# اخبار الرایہ

# شمارنمبر 601

(27-مئی-2026)

(عربی سے ترجمہ)


کیا امریکہ اور ایران کے درمیان کوئی معاہدہ ہونے والا ہے؟........................................................................2

عید الاضحیٰ 1447ھ کی مناسبت سے مبارکباد........................................................................6

فلسطین کی بیٹیوں کی نصرت کے لیے ہماری افواج کب حرکت میں آئیں گی؟!........................................................................9

جس طرح حج نے ہمیں ایک میدان میں جمع کیا ہے، اسی طرح نظامِ حکمرانی کو بھی ہمیں ایک خلافت میں متحد کرنا چاہیے................11

پیوٹن کا دورہ چین اور چین روس قربت........................................................................15

بغیر کسی الزام کے گرفتاری اور بے رحمانہ تشدد، یہودیوں کی جیلوں کے جہنم میں فلسطین کے بچے........................................18

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ امتِ مسلمہ اپنے سینوں پر سوار ان خائن حکمرانوں کو اکھاڑ پھینکے؟!........................................22

سیاسی رہنما: طویل امیدوں اور اللہ کے وعدے سے خوشخبری پانے کے درمیان........................................................23

اے مسلم ممالک کی افواج! کیا تم اپنے ملکوں کی مضبوط ڈھال نہیں ہو؟!........................................................26

اسلامی ممالک میں آبی گزرگاہیں: ایک سٹریٹیجک اثاثہ........................................................................28

ٹرمپ کا دورہ چین: امریکی بالادستی کے ٹوٹنے اور اس کے رعب و دبدبے کے زوال کا لمحہ!........................................29

یہودی وجود کے ساتھ لبنان کے مذاکراتی جرم کے لیے فریب کاروں کے بہانے........................................................33

قومیں سست الوجود لوگوں سے سربلند نہیں ہوتیں اور نہ ہی محض بہانوں کی کثرت سے ان کے حالات بدلتے ہیں........................37

حزب التحریر / ولایہ سوڈان کے وفد کی پورٹ سوڈان شہر میں ہوسا قبائل کے امیر سے ملاقات........................................39


ہم الرایہ اخبار کی ٹیم کی جانب سے اپنی امتِ مسلمہ کو عید الاضحیٰ کے مبارک موقع پر پرخلوص مبارکباد پیش کرتے ہیں؛ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ یہ عید ہمارے لیے خیر وبرکت کا پیش خیمہ ثابت ہو، اور اگلی عید اس حال میں آئے کہ ہم عزت، نصرت اور غلبے کے سائے میں ہوں، جہاں ہم خلافتِ راشدہ کے پرچم تلے زندگی گزار رہے ہوں، وہ پرچم جس پر 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' منقش ہو، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «...**ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ**»"... پھر جابرانہ بادشاہت کا دور ہوگا، اور جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گی، پھر جب اللہ چاہے گا اسے ختم فرمادے گا۔ پھر دوبارہ نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہوگی"۔

ادا ریہ

# کیا امریکہ اور ایران کے درمیان کوئی معاہدہ ہونے والا ہے؟

تحریر: استاد اسعد منصور

(ترجمہ)

امریکہ "ششدر و پریشانی" کی کیفیت میں مبتلا ہو چکا ہے، معاملات الجھ گئے ہیں اور صورتحال سنگین ہو چکی ہے۔ کبھی وہ ایران پر فیصلہ کن ضرب لگانے کی دھمکی دیتا ہے، مگر کیا یہ اس کے مقصد کے حصول کے لیے کارگر ثابت ہو گا؟ اور کبھی وہ مذاکرات اور معاہدے پر دستخط کا مطالبہ کرتا ہے؟

امریکہ کا صدر ٹرمپ، جو کہ بڑائی کے خبط میں مبتلا ہے، چین تو جاتا ہے مگر سر جھکائے ہوئے، تاکہ وہ چین کو ایران پر دباؤ ڈالنے کے لیے آمادہ کر سکے کہ ایران اس کی شرائط مان لے، لیکن وہ وہاں سے ناکام و نامراد (خالی ہاتھ) لوٹتا ہے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ "امریکہ اور چین کا نقطہ نظر بہت حد تک مطابقت رکھتا ہے" لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اس نے "ایران کے حوالے سے کوئی مدد طلب نہیں کی"۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ چین کو ایران پر دباؤ ڈالنے کے اپنے مقصد میں ناکام رہا ہے تاکہ ایران کے ساتھ تجارتی تبادلہ روک دیا جائے، جو کہ اصل میں ایران پر امریکی پابندیوں کی خلاف ورزی ہے۔ چین نے ان پابندیوں کی پاسداری نہیں کی اور وہ ایران کی تیل کی برآمدات کا تقریباً 80 فیصد خرید رہا ہے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطابقت 14 مئی 2026 کو وائٹ ہاؤس کے جاری کردہ ایک بیان میں پوشیدہ ہے جس میں کہا گیا: "چینی صدر نے آبنائے ہرمز کو فوجی چھاؤنی بنانے اور اس کے استعمال پر ٹیکس عائد کرنے کی کسی بھی کوشش کی مخالفت کی ہے، اور دونوں ممالک نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ ایران کبھی بھی ایٹمی ہتھیار حاصل نہیں کر سکتا"۔ یہ معاملات چین کے مفاد میں ہیں جو نہیں چاہتا کہ کوئی اس آبنائے پر قابض ہو کر اس کے بحری جہازوں پر ٹیکس لگائے، اور نہ ہی وہ چاہتا ہے کہ ایران ایک ایٹمی ریاست بنے، کیونکہ مستقبل میں ایک اسلامی ملک ہونے کے ناطے ایران اس کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چین اسلام کی بطورِ ایک عالمی سپر پاور واپسی سے خوفزدہ ہے، اور اس کا یہ

خوف ملک کے اندر مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے اور وسطی ایشیا میں اسلامی گروہوں کے خلاف اس کی جنگ سے واضح ہے، جہاں اس نے وسطی ایشیائی ریاستوں اور روس کے ساتھ "شنگھائی معاہدہ" کر رکھا ہے۔

چینی وزارت خارجہ نے 15 مئی 2026 کو امریکی بیان کے ردعمل میں ایک بیان جاری کیا جس میں کہا گیا: "یہ تنازع، جو سرے سے ہونا ہی نہیں چاہیے تھا، اس کے جاری رہنے کا اب کوئی جواز نہیں ہے، اور چین ایک ایسے معاہدے تک پہنچنے کی کوششوں کی حمایت کرتا ہے جس سے اس جنگ کا خاتمہ ہو سکے جس نے توانائی کی فراہمی اور عالمی معیشت کو شدید متاثر کیا ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چین ایران کے خلاف جنگ کے حق میں نہیں ہے کیونکہ وہ امریکہ کی ایسی جیت نہیں چاہتا جس سے چین کے خلاف امریکہ کی پوزیشن مزید مضبوط ہو جائے۔

چینی صدر کا جواب اس وقت سامنے آیا جب روسی صدر پیوٹن نے ان سے ملاقات کی اور 20 مئی 2026 کو ایک مشترکہ بیان جاری کیا جس میں انہوں نے کہا: "کچھ ممالک کی جانب سے یکطرفہ طور پر عالمی امور کو چلانے، پوری دنیا پر اپنے مفادات مسلط کرنے اور استعماری دور کے جذبے کے تحت دوسرے ممالک کی خودمختارانہ ترقی کو محدود کرنے کی کوششیں ناکام ہو چکی ہیں"۔ یہ اس بات کی تصدیق ہے کہ ٹرمپ چین میں اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہا، چنانچہ روس کے ساتھ اس مشترکہ بیان کے ذریعے چین نے امریکی مطالبات کو مسترد کر دیا۔

جب امریکہ چین سے مایوس ہو گیا تو اس نے مذاکرات کی بحالی اور معاہدے پر دستخط کے لیے پاکستان میں موجود اپنے مہروں کو متحرک کر دیا، چنانچہ پاک فوج کے سربراہ اور پاکستان کے (عملی) حکمران عاصم منیر نے، جو امریکہ سے اپنی شدید وفاداری کی بنا پر اس کا بھرپور اعتماد حاصل کیے ہوئے ہیں، 23 مئی 2026 کو ایران کا دورہ کیا۔ انہوں نے وہاں کے صدر، وزیر خارجہ، اسپیکر پارلیمنٹ اور پاسدارانِ انقلاب کی قیادت سے ملاقات کی۔ اس حوالے سے پاک فوج نے بتایا کہ "ان کے سربراہ نے تہران میں انتہائی مفید مذاکرات کیے جن کے نتیجے میں جنگ کے خاتمے کے لیے حتمی مفاہمت کی جانب حوصلہ افزا پیش رفت ہوئی ہے"۔

ایرانی وزارت خارجہ کے ترجمان بقائی نے اعلان کیا کہ "ایران نے امریکہ کے ساتھ ہفتوں جاری رہنے والی بات چیت کے بعد قربت کی طرف جھکاؤ محسوس کیا ہے۔ تاہم اس کا لازمی مطلب یہ نہیں کہ اہم مسائل پر مفاہمت ہو گئی ہے، بلکہ اس کا مقصد دونوں فریقین کے درمیان ایک قابلِ قبول تصفیہ ہے اور یہ کہ آخری مرحلے میں ایٹمی معاملہ یا پابندیوں کی تفصیلات شامل نہیں ہیں، ان پر بحث واشنگٹن کے ساتھ مفاہمت تک پہنچنے کے بعد ہو گی۔ منجمد ایرانی اثاثوں کی واگزاری

کا معاملہ مذاکرات کی میز پر ہے، جبکہ ایٹمی معاملے پر بحث کا آغاز اگلے 30 یا 60 دنوں میں ہو گا جو کہ مذاکرات کے اگلے مراحل سے وابستہ ہے۔ پاکستان اس بات چیت میں ایک باضابطہ ثالث ہے، اور قطر بھی اس میں سہولت کاری کے ذریعے مدد کی کوشش کر رہا ہے"۔

امریکی صدر نے 23 مئی 2026 کو کہا: "ایران کے ساتھ امن معاہدے سے متعلق مفاہمت کی یادداشت کے ایک بڑے حصے پر مذاکرات مکمل ہو چکے ہیں جو آبنائے ہرمز کو دوبارہ کھولنے کا باعث بنیں گے، اور جلد ہی اس کا اعلان کر دیا جائے گا"۔ ان کے وزیرِ خارجہ روبیو نے کہا: "اس بات کا امکان ہے کہ دنیا آنے والے چند گھنٹوں میں خاص طور پر آبنائے ہرمز کے حوالے سے اچھی خبریں سنے گی"۔

ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پاکستان کے وزیرِ اعظم شہباز شریف نے کہا: "ہمیں امید ہے کہ ہم بہت جلد ایران اور امریکہ کے درمیان مذاکرات کے اگلے دور کی میزبانی کریں گے"۔ ان کے وزیرِ خارجہ اسحاق ڈار نے کہا: "امریکہ اور ایران کے درمیان مذاکرات میں ہونے والی پیش رفت ایک مثبت اور پائیدار نتیجے تک پہنچنے کی امید پیدا کرتی ہے"۔ ان دونوں نے امریکی صدر ٹرمپ اور مذاکرات و سفارت کاری کے لیے ان کی وابستگی کی تعریف کی، حالانکہ وہ وہی شخص ہے جس نے ایران کے خلاف جارحیت، اور لبنان پر حملے اور غزہ میں نسل کشی و تباہی میں "یہودی وجود" کی حمایت کر کے سنگین جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔

اخبار "واشنگٹن پوسٹ" نے ایک پاکستانی اہلکار کے حوالے سے بتایا: "پاکستانی فوج کے سربراہ نے مذاکرات میں زیرِ بحث دو بنیادی مسائل، یعنی آبنائے ہرمز پر کنٹرول اور ایران کے جوہری پروگرام کے مستقبل، کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو کم کرنے کی کوشش کی ہے"۔ اخبار نے مزید کہا کہ "ایرانی حکام جوہری پروگرام سے متعلق بات چیت کو اس وقت تک ملتوی کرنا چاہتے ہیں جب تک کہ جنگ کے خاتمے اور آبنائے ہرمز کو دوبارہ کھولنے کا معاہدہ طے نہ پا جائے"۔

تمام فریقین کے بیانات سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ امریکہ اور ایران کے درمیان ایک ممکنہ معاہدہ ہونے والا ہے جو جنگ بندی، آبنائے ہرمز کی صورتحال اور ایرانی جوہری پروگرام کے مذاکرات کو ملتوی کرنے کے گرد گھومے گا۔

"فارس" اور "تسنیم" نیوز ایجنسیوں نے اطلاع دی ہے کہ "معاہدے کے مسودے میں دونوں فریقوں اور خطے میں ان کے اتحادیوں کی جانب سے جنگ بندی کی دفعہ شامل ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکہ "یہودی وجود" کو ایران اور

خطے میں اس کے حامیوں پر حملہ کرنے سے روکے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ پہلے مرحلے میں "ایران کے تیل، گیس اور پیٹروکیمیکلز پر سے پابندیاں اٹھانا اور اس کے منجمد اثاثوں کا ایک حصہ واگزار کرنا بھی شامل ہے"۔

یہ اپنی جنگ میں امریکہ کی ناکامی کی دلیل ہے، اور اب وہ آبنائے ہرمز کے مسئلے پر بحث کرنے لگا ہے جو سرے سے موجود ہی نہیں تھا بلکہ خود امریکہ کی وجہ سے پیدا ہوا، حالانکہ آبنائے ہرمز کھلی ہوئی تھی، غیر عسکری تھی اور کسی قسم کے ٹیکس سے پاک تھی۔ امریکہ کا مقصد ایران کے ایٹمی پروگرام کو ختم کرنا اور اسے اپنا تابع ملک بنانا تھا، مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔

اب ایران اس پوزیشن میں آگیا ہے کہ وہ اپنے وجود کو برقرار رکھ سکے، امریکی دباؤ کا مقابلہ کر سکے اور اس کی تمام شرائط ماننے سے انکار کر دے۔ ایران کے اس موقف کو چین کے رویے نے مزید تقویت دی ہے جس نے ایران پر دباؤ ڈالنے سے انکار کر دیا اور تجارتی تبادلے کے تسلسل پر اصرار کیا، جو کہ امریکی اور یورپی پابندیوں کے سائے میں ایران کے لیے اپنی مالی ضروریات پوری کرنے کے واسطے یہ بہت اہم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ روس کا موقف بھی ہے جو امریکہ کی جنگ کا مخالف ہے اور چین کے ساتھ قربت بڑھانے کے لیے کوشاں ہے، جبکہ امریکہ ان دونوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے میں ناکام رہا ہے۔ اسی طرح قطر کی تگ و دو ہے جس نے دونوں فریقین کے درمیان معاہدے کی تکمیل میں شرکت کے بہانے ایران کے ان حملوں کو فراموش کر دیا ہے جو اس پر کیے گئے تھے۔

اس طرح صومالیہ، عراق اور افغانستان میں شکست کے بعد امریکہ مسلمانوں کے خلاف ایک اور عسکری معرکہ ہار گیا ہے۔ لیکن اب اسے سیاسی طور پر بھی شکست دینے کے لیے کام کرنا چاہیے، تاکہ اس کا کوئی سیاسی اثر ورسوخ باقی نہ رہے، چاہے وہ سیاسی تابعداری کی صورت میں ہو یا اس کے مدار میں گھومنے کی شکل میں یا کسی اور طرح سے، کیونکہ اب امریکہ مسلمانوں کی نظر میں گر چکا ہے۔ یہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ جب اللہ کے حکم سے جلد ہی نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ قائم ہو گی، تو مسلمان اسے شکست دینے اور خطے سے نکال باہر کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہوں گے۔

# عید الاضحیٰ 1447ھ کی مناسبت سے مبارکباد

**اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ... اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد**

نبی ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **«إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللهِ يَوْمُ النَّحْرِ»** "اللہ کے نزدیک (سال کے) تمام دنوں میں سب سے عظیم دن قربانی کا دن ہے"۔ پس اس مبارک موقع پر اور اللہ عزوجل کے شعائر کی تعظیم کی خاطر: ﴿**ذَٰلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ**﴾ "یہ (سن لو) اور جو اللہ کے شعائر (نشانیوں) کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے"۔ (سورۃ الحج:32)

ان مصائب کے باوجود جن کا سامنا امتِ مسلمہ کو ان حکمرانوں کے سائے میں کرنا پڑ رہا ہے جنہوں نے اسے تنہا چھوڑ دیا اور اسے دشمن کے حوالے کر دیا، جس سے ہمارے دل دکھ اور حسرت سے بھر گئے ہیں، تاہم ہمیں اپنی عزیز، صابر اور اللہ سے اجر کی امید رکھنے والی امتِ مسلمہ کو عید الاضحیٰ کی پر خلوص مبارکباد پیش کرنی چاہیے۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ اس عید کے ایام کو برکت، نصرت اور بلندی کے ایام بنا دے۔

ہمیں اس بات کی بھی خوشی ہے کہ ہم اپنی جانب سے اور حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے سربراہ اور اس کے تمام شعبوں اور یونٹوں میں کام کرنے والے تمام بھائیوں اور بہنوں کی جانب سے، حزب التحریر کے امیر، جلیل القدر عالم عطاء بن خلیل ابو الرشتہ (حفظہ اللہ) کی خدمت میں مبارکباد پیش کریں۔ ہم باری تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ امت جلد ہی ان کی بیعتِ خلافت کرے، وہ خلافتِ راشدہ جو امت کی ذلت کے اس دور کا خاتمہ کرے گی تاکہ اس کے ساتھ ہی نصرت، آزادی اور غلبے کے دور کا آغاز ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا﴾ "تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، اللہ نے ان سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انہیں زمین میں اسی طرح خلافت (اقتدار) عطا فرمائے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی تھی، اور ان کے لیے ان کے اس دین کو مستحکم کر دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند فرمایا ہے، اور ان کے خوف کی حالت کو امن میں بدل دے گا"۔ (سورۃ النور: 55)

اس سال عید الاضحیٰ ایک ایسے وقت میں آئی ہے جب امتِ مسلمہ اب بھی استعمار کے ظلم و ستم تلے کراہ رہی ہے جو اسے بدترین تشدد کا نشانہ بنا رہا ہے۔ یہ استعمار امت کے لیے نہ عید کی کوئی خوشی چھوڑتا ہے اور نہ ہی روزمرہ زندگی کا سکون؛ چاہے وہ فلسطین ہو، لبنان، سوڈان، ایران، یمن، شام یا کوئی اور علاقہ، ہر جگہ امت کو عید کی بہاروں اور ان مبارک دنوں کی مسرتوں سے محروم رکھا جا رہا ہے: ﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ "اور دس راتوں کی قسم"۔ (سورۃ الفجر: 2)

وہ متکبر ٹرمپ جھاگ اڑاتا اور گرجتا برستا ہے، مسلمانوں اور ان کے شہروں پر بمباری کرتا ہے اور انہیں ہلاکت کی دھمکیاں دیتا ہے اگر وہ اس کے سامنے نہ جھکیں۔ اور اس کا قریبی ساتھی اور ہم شکل نیتن یاہو ہے جو مسلم ممالک میں خونریزی اور بدترین ظلم کر رہا ہے، اور اپنے خوابوں اور خواہشات کے مطابق 'مشرقِ وسطیٰ' کی نئی تشکیل کی دھمکیاں دے رہا ہے۔ دیگر استعماری ممالک جیسے برطانیہ، فرانس، آسٹریلیا، جرمنی وغیرہ یا تو ان کے ساتھ ہیں، ان کی تائید کرتے ہیں اور ان کی پشت پناہی کرتے ہیں کیونکہ ہم ہی نشانہ ہیں اور ماتم بھی ہم پر ہی ہوتا ہے، ان پر نہیں۔ یا پھر وہ خاموشی سے تماشا دیکھ رہے ہیں اور مظلوم کی نصرت یا پریشان حال کی مدد کے لیے کوئی حرکت نہیں کرتے۔ جہاں تک مسلم حکمرانوں کا تعلق ہے، وہ ان سے بھی بدتر ہیں کیونکہ وہ ہمارے ساتھ ہونے کے بجائے ہمارے خلاف سازشیں کر رہے

ہیں۔ وہ امریکہ کی سرکشی اور یہودیوں کے جرائم میں ان کے مددگار بنے ہوئے ہیں، اور ان میں سب سے 'بہتر' وہ ہے جو محض تماشائی بن کر متاثرین کی گنتی کرتا ہے یا منافقت کی بنیاد پر زبانی کلامی مذمت اور احتجاج کرتا ہے۔

یہ وہ چند باتیں ہیں جو ہماری زندگیوں کو مکدر کرتی ہیں اور ہماری خوشیوں میں خلل ڈالتی ہیں۔ لیکن اس کے برعکس، عنقریب آنے والی کشادگی کی بشارتیں مل رہی ہیں اور ایک ایسی بیداری کی لہر آ رہی ہے جو استعمار کی بساط پلٹ دے گی اور سیاسی منظرنامے کو اس طرح تبدیل کر دے گی جس سے اہل ایمان خوش ہوں گے۔ امتِ مسلمہ کے عزم و حوصلے میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور وہ ایسی ثابت قدمی دکھا رہی ہے جس کی مغرب کو توقع نہ تھی۔ امت اپنے مجرم حکمرانوں سے بیزار ہو چکی ہے اور اب ان میں سے کسی پر بھروسہ نہیں کرتی کیونکہ ان کے چہرے بے نقاب ہو چکے ہیں اور ان کی خیانتیں کھل کر سامنے آگئی ہیں، اور انہوں نے مشکل ترین اوقات اور سنگین حالات میں امت کو تنہا چھوڑ دیا ہے۔ یہ پختہ یقین اور شعور بذاتِ خود مطلوبہ تبدیلی کے عمل میں بڑا فرق پیدا کرنے کے لیے کافی ہے: ﴿**إِنَّ اللّهَ لاَ يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنْفُسِهِمْ**﴾ "بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے آپ کو نہ بدل ڈالیں"۔ (سورۃ الرعد: 11)۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ دن قریب ہو۔

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: «**مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ**» "ان دس دنوں (ذی الحجہ کے پہلے دس دن) میں کیے گئے نیک اعمال اللہ کے نزدیک دیگر دنوں کے مقابلے میں زیادہ پسندیدہ ہیں"۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: "یارسول اللہ! اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: «**وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ**» "اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں، سوائے اس شخص کے جو اپنی جان اور مال لے کر نکلے اور پھر ان میں سے کچھ بھی واپس نہ لائے"۔

پس یہ ہر اس بندے کے لیے موقع ہے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہے کہ وہ ان مبارک ایام سے فائدہ اٹھائے اور اپنا ہاتھ اور اپنی کوشش ان دعوت دینے والوں کی کوششوں میں شامل کرے جو آج کے دور کے عظیم ترین فرض کی ادائیگی کے لیے کام کر رہے ہیں، یعنی نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے اسلامی زندگی کا دوبارہ آغاز۔ تاکہ ہم پھر سے وہ بہترین امت بن جائیں جو لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے نکالی گئی ہے اور اسلام کے ذریعے عزت پائیں۔

# فلسطین کی بیٹیوں کی نصرت کے لیے ہماری افواج کب حرکت میں آئیں گی؟!

فلسطینی کلب برائے اسیران (نادی الاسیر) کا کہنا ہے کہ قابض حکام نے مقبوضہ علاقوں میں واقع 'دامون' جیل میں قید خواتین کے خلاف اپنے جرائم میں اضافہ کر دیا ہے، خاص طور پر منظم جبر و تشدد کی کارروائیوں میں تیزی لائی گئی ہے۔ ایک بیان میں وضاحت کی گئی کہ دامون جیل ان نمایاں ترین جیلوں میں سے ایک ہے جہاں ان کارروائیوں میں شدت دیکھی گئی ہے، جہاں 88 خواتین اسیرات کی اکثریت قید ہے، جبکہ کچھ خواتین تفتیشی اور حراستی مراکز میں بھی موجود ہیں۔ بیان میں مزید کہا گیا کہ قابض جیل انتظامیہ کے سرکوبی کرنے والے دستوں نے مارچ اور اپریل 2026 کے دوران کم از کم دس مرتبہ جبر و تشدد کی کارروائیاں کیں، جن میں شدید مار پیٹ، خواتین اسیرات کو زمین پر لٹانے، ان کے ہاتھ پیچھے باندھنے اور اسی حالت میں جان بوجھ کر ان پر تشدد کرنے جیسے واقعات شامل ہیں، جس کے نتیجے میں کئی خواتین کو شدید چوٹیں آئیں۔

ارضِ مقدسہ فلسطین کی ان بیٹیوں کی اس ابتر صورتحال اور ان کے خلاف یہودیوں کے جرائم پر حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے شعبہ خواتین نے ایک پریس ریلیز جاری کرتے ہوئے کہا: "یہ ایک ایسا لرزہ خیز منظر ہے جسے عقل تسلیم نہیں کرتی؛ یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمانوں کی مٹھی بھر بیٹیاں قید، تذلیل اور تشدد کا نشانہ بنیں جبکہ امت اور اس کی افواج اس سے باخبر ہوں، اور پھر بھی ان کی مدد اور انتقام کے لیے ان کی رگوں میں خون نہ کھولے؟!"۔

بیان میں اس بات پر زور دیا گیا کہ یہودی وجود کی جیلوں میں فلسطین کی بیٹیوں کو جن تکالیف کا سامنا ہے، وہ امتِ مسلمہ کی ان افواج کے ماتھے پر بدنما داغ ہے جنہوں نے ان کی مدد سے پہلو تہی کی۔ بیان میں کہا گیا: "ہماری بہنوں کو قابض دشمن کی جیلوں میں جن حالات کا سامنا ہے، وہ امتِ مسلمہ کے چہرے پر ایک تھپڑ اور مسلمان ملکوں کی ان تمام افواج کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے جو ان کی نصرت کے لیے حرکت میں نہیں آتیں"۔

پریس ریلیز میں اس بات کی بھی نشاندہی کی گئی کہ یہ سب کچھ ریاستِ خلافت کی عدم موجودگی کی وجہ سے ہو رہا ہے، جو ان کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ایک حفاظتی ڈھال اور مضبوط قلعہ تھی۔ بیان میں کہا گیا: "اگر مسلمانوں کی

ریاست اور امام ہوتا تو مسلمانوں کی بیٹیوں کو ان مصائب کا سامنا نہ کرنا پڑتا"۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:**«إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ»**"امام ایک ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے (دشمن سے) بچا جاتا ہے" (صحیح مسلم)۔ پس مسلمانوں کا امام ہی امت کے بیٹوں اور بیٹیوں کی اصل ڈھال ہوتا ہے۔

اللہ کی مخلوق میں سب سے بزدل قوم یعنی یہود کی ارضِ مقدسہ کے مکینوں پر اس جرات اور ان پر قتل و غارت، زخمی کرنے، گرفتاری، تشدد، قید و بند اور جلاوطنی جیسے مظالم ڈھانے کی وجہ بتاتے ہوئے پریس ریلیز میں کہا گیا: "لیکن جب یہودیوں نے دیکھا کہ مسلمان حکمرانوں نے امت اور اس کی افواج کو بیڑیوں میں جکڑ رکھا ہے اور ان کے اور فلسطین و اہل فلسطین کی نصرت کے درمیان حائل ہو چکے ہیں، حتیٰ کہ مشکل ترین اور سنگین لمحات میں بھی جب ان کی مدد کی سب سے زیادہ ضرورت تھی، تو وہ مطمئن ہو گئے کہ وہ جو چاہیں کریں، ان کی سرحدوں اور ریاست کے ایسے محافظ (حکمران) موجود ہیں جو امت اور افواج کے ہاتھ ان تک پہنچنے سے روکنے کی ضمانت دیتے ہیں۔ اسی لیے اب انہیں امت یا افواج کے ردِ عمل کی کوئی پرواہ نہیں رہی، جب تک وہ یہ دیکھ رہے ہیں کہ حکمرانوں کے تخت اب بھی اپنی جگہ قائم و دائم ہیں"۔

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے شعبہ خواتین نے اپنی پریس ریلیز کا اختتام اس راستے کی نشاندہی پر کیا جس میں فلسطین کے مرد و خواتین اسیروں کی نصرت، ارضِ مقدسہ کو یہودیوں سے پاک کرنے، اور اس سے بڑھ کر تمام مقبوضہ اسلامی ممالک کی آزادی اور کمزور مسلمانوں کی مدد کا حل پوشیدہ ہے۔ بیان میں کہا گیا: "تبدیلی کی ابتدا اور اس کا راستہ مسلمانوں کے سینوں پر سوار ان حکمرانوں کو ہٹانے سے شروع ہوتا ہے، اور پھر امت کے لیے ایک واحد خلیفہ راشد کی بیعت کرنے سے، جو امت اور اس کی افواج کی قیادت کرتے ہوئے دین کو قائم کرے، مظلوموں کی مدد کرے اور فلسطین سمیت باقی تمام مقبوضہ مسلم علاقوں کو آزاد کرائے۔ اے مسلمانو! ہم تمہیں اسی کی طرف پکارتے ہیں، پس جلدی کرو، جلدی کرو... ﴿**وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ**﴾ "اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے۔ اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے، اور وہ غالب اور رحم والا ہے" (سورۃ الروم:4-5)"۔

# جس طرح حج نے ہمیں ایک میدان میں جمع کیا ہے، اسی طرح نظامِ حکمرانی کو بھی ہمیں ایک خلافت میں متحد کرنا چاہیے

تحریر: استاد خلیفہ محمد

(ترجمہ)

کیسا عظیم الشان منظر ہے جب آپ لاکھوں مسلمانوں کو دیکھتے ہیں جو اپنے رنگ، نسل، عمر اور ملک کے فرق کے باوجود ایک ہی میدان میں، ایک ہی لباس میں جمع ہیں، اور ایک ہی رب کی پکار پر لبیک کہہ رہے ہیں۔ وہ سب مل کر ایک کے بعد دوسرا مناسک ادا کرتے ہیں، وہ اپنے گھروں، اہل وعیال اور دنیاوی مفادات کو اس عظیم فرض کی ادائیگی کے لیے چھوڑ آئے ہیں۔ وہاں امیر اور غریب کے درمیان کوئی تمیز نہیں، کیونکہ یہ مقام صرف ایک اللہ واحد و یکتا کی اطاعت، عاجزی اور بندگی کا مقام ہے۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے، نہ تو ان کی تخلیق کی اصل میں کوئی فرق ہے اور نہ ہی اس فطرت میں جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اس ہیبت ناک منظر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تقدیس کے عظیم ترین مظاہر نمایاں ہوتے ہیں، ان کی زبانیں ایک ہی آواز میں پکار رہی ہوتی ہیں: **"لبیک اللہم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک، لا شریک لک"** (میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، یقیناً تمام تعریفیں، نعمتیں اور بادشاہی تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں)۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ رندھی ہوئی آوازیں آفاق کو چیرتی ہوئی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اپنی وفاداری کا اعلان کر رہی ہیں، جس نے فرمایا: **﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً﴾** "اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔" (سورۃ آل عمران: آیت 97)

اور اس کے رسول ﷺ کے لیے (وفاداری کا اعلان ہے) جنہوں نے فرمایا: **«خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ»** "مجھ سے اپنے (حج کے) مناسک سیکھ لو"، اور ان مومنین کے لیے جو تمام لوگوں کے مقابلے میں ایک ہی امت ہیں۔

درحقیقت، حج مسلمانوں کی وحدت کا ایک واضح اور نمایاں مظہر ہے، جہاں اعمال اور اقوال ایک ہیں، نیت اور مقصد ایک ہے، شعائر کے مقامات ایک ہیں، ان کا وقت ایک ہے اور لباس بھی ایک ہے۔ یہ سب ایک ہی بیج سے پروان چڑھا ہے جو اسلام کے ارکان میں سے ایک مضبوط ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ بات باعثِ حیرت نہیں کہ حج اسلام کا پانچواں رکن ہے، کیونکہ یہ فرض کیے جانے والے اسلامی احکام میں سے آخری حکم ہے، جو کہ مستند ترین روایات کے مطابق 9 ہجری میں فرض ہوا۔ غالباً اس میں حکمت یہ تھی کہ مکہ "دارالاسلام" بن جائے جہاں اسلام کے احکام نافذ ہوں۔ اس سال رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو امیرِ حج مقرر کیا اور ان کے پیچھے علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کو سورۃ توبہ دے کر بھیجا تاکہ وہ حج کے موقع پر لوگوں کو اسے سنائیں۔ اس کا مقصد یہ اعلان کرنا تھا کہ مشرکین کو چار ماہ کی مہلت دی گئی ہے، سوائے ان کے جن کا رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ تھا وہ اپنی مدت تک برقرار رہے گا، اور یہ کہ آج کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور نہ ہی کوئی برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے گا۔ یہ سب 9 ہجری میں ہوا جسے "عام الوفود" (وفود کا سال) کہا جاتا ہے، کیونکہ جزیرہ نما عرب کے قبائل کے وفود رسول اللہ ﷺ کے پاس اسلام قبول کرنے اور ریاستِ اسلامیہ کے پرچم تلے متحد ہونے کے لیے آئے تھے۔ یوں ایک واحد اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی جس نے اسلام کے سواہر دوسرے نظریے اور اسلامی ریاست کے سواہر دوسرے وجود کا خاتمہ کر دیا۔ ﴿**إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ**﴾ "بیشک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں، پس میری ہی عبادت کرو۔" (سورۃ الانبیاء: آیت 92)

9 ہجری میں ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو امیرِ حج مقرر کرنے کے بعد، رسول اللہ ﷺ نے خود 10 ہجری میں حج کی ذمہ داری سنبھالی۔ اس میں یہ قانون سازی اور رہنمائی موجود ہے کہ مسلمانوں کے حکمران یا اس کے مقرر کردہ نمائندے کو حج کی ذمہ داری سنبھالنی چاہیے، تاکہ وہ حجاج کی حفاظت اور حج کے احکامات سمیت دیگر ضروری شرعی احکام کے مطابق ان کے امور کی نگرانی کرے۔ آپ ﷺ کے بعد خلفاء نے بھی اسی سنت پر عمل کیا۔ چنانچہ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) اپنی پوری مدتِ خلافت میں ہر سال حج کی پابندی کرتے تھے۔ آپ کی سیرت یہ تھی کہ ہر سال حج کے موسم میں اپنے عمال (گورنروں) کو طلب کرتے تاکہ انہیں رعایا (کے حقوق کی ادائیگی) کا پابند کریں، ان سے ظلم کو روکیں، قریب سے ان کے حالات جانیں اور رعایا کے لیے ایک معینہ وقت ہو جس میں وہ اپنی شکایات پیش کر سکیں جیسا

کہ آثار میں مروی ہے۔ اعمش روایت کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کو امیرِ حج مقرر کیا، تو انہوں نے اس دن ایسا خطبہ دیا کہ اگر ترک اور رومی اسے سن لیتے تو اسلام قبول کر لیتے۔

مسلمانوں کی وحدت کا معاملہ ایک فیصلہ کن (زندگی اور موت کا) معاملہ ہے۔ جس طرح یہ ہر سال حج کے موسم میں نظر آتا ہے، اگرچہ موجودہ مسلم ممالک کی سرحدوں اور متعدد حکمرانوں کی وجہ سے یہ محض جزوی ہے، اسی طرح یہ نماز میں بھی ظاہر ہوتا ہے جب تمام مسلمان ایک ہی مؤذن کی پکار پر لبیک کہتے ہیں۔ اسی طرح روزے میں بھی، جہاں قاعدہ یہ ہے کہ سب چاند دیکھ کر روزہ رکھتے ہیں اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرتے ہیں، اور پورے ماہِ رمضان میں فجر سے رات تک اس فریضے کو انجام دیتے ہیں۔ زکوٰۃ میں بھی یہی صورت تھی کہ رسول اللہ ﷺ اسے جمع کرنے اور حق داروں تک پہنچانے کے لیے اپنے عامل بھیجا کرتے تھے، اور خلفاء نے خلافت کے آخری دور تک اسی طریقے کو برقرار رکھا۔ تو پھر آج مسلمانوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ کچھ پکاروں پر تو لبیک کہتے ہیں اور کچھ پر نہیں؟ وہ اس پکار پر تو لبیک کہتے ہیں: ﴿وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ﴾ "اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو۔" (سورۃ الحج: آیت 27)

لیکن وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اس پکار پر لبیک نہیں کہتے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں: ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾ "ایمان والوں کا قول تو یہی ہوتا ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں، تو وہ کہیں: ہم نے سنا اور اطاعت کی۔" (سورۃ النور: آیت 51)

تو کیا وہ "سمعنا و اطعنا" (ہم نے سنا اور اطاعت کی) نہیں کہیں گے؟ انہیں کیا ہوا ہے کہ وہ اس پکار پر تو لبیک کہتے ہیں: ﴿إِذَا نُودِي لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ﴾ "جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔" (سورۃ الجمعہ: آیت 9)۔ لیکن وہ اس حکم پر لبیک نہیں کہتے: ﴿لاَ تَتَّخِذُواْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاء﴾ "یہود اور نصاریٰ کو اپنا دوست (مددگار و سرپرست) نہ بناؤ۔" (سورۃ المائدہ: آیت 51)

وہ لبیک کہتے ہیں اور ان کے علماء (موجودہ) "اولی الامر" کی اطاعت کی طرف بلاتے ہیں لیکن وہ اس حکم پر لبیک نہیں کہتے: ﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ﴾ "پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں تنازع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔" (سورۃ النساء: آیت

59)۔وہ اس پر لبیک کہتے ہیں: ﴿**كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ**﴾ "تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔" (سورۃ البقرہ: آیت 183)۔ لیکن وہ اس پکار پر لبیک نہیں کہتے: ﴿**وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ**﴾ "اور ان کے درمیان اس (قانون) کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے نازل کیا ہے۔" (سورۃ المائدہ: آیت 49)

مسلمانوں کی وحدت کے مسئلے کے "فیصلہ کن" (زندگی اور موت کا معاملہ) ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حوالے سے ویسا ہی قطعی اقدام کیا جائے جیسا زندگی اور موت کے سنگین معاملات میں کیا جاتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: «**مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ**» "تمہارے پاس کوئی ایسا شخص آئے جبکہ تمہارے معاملات ایک شخص (حکمران) کی قیادت میں متحد ہوں، اور وہ تمہاری طاقت کو توڑنا یا تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالنا چاہے، تو اسے قتل کر دو"۔ پس مسلمانوں کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ کمزور اور بکھری ہوئی ریاستوں میں بٹے رہیں، اللہ کی شریعت کو معطل رکھیں اور زمین پر اس کے واحد نظامِ حکمرانی کو قائم نہ کریں۔ وہ حج، نماز، روزے اور بعض دیگر احکامات میں تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں لیکن اسلام کے بقیہ احکامات میں اس کی فرمانبرداری نہ کریں، تو ان کا حال ان لوگوں جیسا ہو جائے گا جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، یا ان لوگوں جیسا جو کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں؛ اور ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ مسلمانوں کا حال ان لوگوں جیسا ہو۔

**اے مسلمانو!** حج نے تمہیں اس عظیم الشان منظر میں ایک ہی میدان میں جمع کیا ہے، اور اسلام کے تمام احکامات کا مکمل نفاذ تمہیں ایک ہی خلافت میں متحد کرنے کا تقاضا کرتا ہے، اور تم اس کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہو۔ تم صدیوں تک اسی حال میں ایک ہی خلیفہ کے پرچم تلے زندگی گزار چکے ہو، لہٰذا اس تاریخ کو دہرانا کتنا آسان ہے جبکہ تمہارے درمیان "حزب التحریر" موجود ہے، وہ رہنما جو اپنے لوگوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولتا، وہ تمہاری بیداری اور تمہیں خلافت کے منصوبے پر متحد کرنے کے لیے کوشاں ہے۔ اب تمہارا کام صرف یہ ہے کہ تم پختہ عزم کرو، اس کے ساتھ مل کر جدوجہد کرو اور اس کی نصرت کرو، کیونکہ اسی میں تمہاری وحدت کا سب سے عظیم مظہر نمایاں ہوگا، اور اسی میں تمہاری دنیا کی عزت، آخرت کی کامیابی اور اللہ کی سب سے بڑی خوشنودی ہے۔

# پیوٹن کا دورہ چین اور چین روس قربت

**تحریر: استاد احمد الخطوانی-(ترجمہ)**

روسی صدر پیوٹن کے دورہ چین کی اہمیت اس لیے بہت زیادہ ہے کہ یہ امریکی صدر کے دورہ چین کے فوراً بعد ہوا ہے۔ اسی لیے یہ دورہ اپنے اندر کئی معنی اور اشارے رکھتا ہے۔ اس دورے کا مشاہدہ کرنے والوں سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ روس اور چین کے درمیان ایک نیا تقارب پیدا ہو رہا ہے، اور یہ بھی واضح ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان، خاص طور پر امریکہ کا مقابلہ کرنے کے لیے، گہرا تعاون اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

یہ بات اب عیاں ہے کہ روسی صدر پیوٹن اور چینی صدر شی جن پنگ نے حالیہ عرصے میں تجارت، توانائی، سلامتی اور بین الاقوامی تعلقات جیسے کئی اہم اور حیاتی شعبوں میں اپنے تعاون کو نمایاں طور پر مضبوط کیا ہے۔ اس تمام تعاون کا عروج پیوٹن کا رواں ماہ کی انیس تاریخ کو ہونے والا حالیہ دورہ چین تھا، جس میں دونوں ممالک کے درمیان 42 دستاویزات پر دستخط کیے گئے۔ ان دستاویزات میں سرِ فہرست ایک مشترکہ بیان ہے جس کا مقصد جامع شراکت داری اور سٹریٹیجک تعامل کو مزید مستحکم کرنا اور حسنِ سلوک، دوستی اور تعاون کے تعلقات کو گہرا کرنا ہے۔ اس کے علاوہ ایک کثیر القطبی (ملٹی پولر) دنیا کی تعمیر اور بین الاقوامی تعلقات کی ایک نئی قسم کی تشکیل کے حوالے سے مشترکہ اعلامیہ بھی شامل ہے۔

پیوٹن کا دورہ چین، ٹرمپ کے دورے کے مقابلے میں ہر سطح پر انتہائی کامیاب رہا۔ ٹرمپ کا دورہ بالکل بے رنگ تھا اور اس میں ایجنڈے پر موجود کسی بھی اہم مسئلے پر کوئی قابل ذکر نتائج حاصل نہیں ہو سکے تھے، اور خالی خولی میڈیا تشہیر کے باوجود اس دورے پر صرف ذاتی نوعیت کا رنگ غالب رہا۔ ٹرمپ کے ان دعووں کے باوجود کہ انہوں نے اس دورے سے بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں، وہ خود ان میں سے کسی ایک کی بھی نشاندہی نہیں کر سکے اور نہ ہی کسی کامیابی کو منوا سکے۔

چین کے ان دو دوروں کے ساتھ ہی، جو اب عالمی رہنماؤں کی توجہ کا مرکز بن چکا ہے، بین الاقوامی طاقتوں کے درمیان نئے عالمی نظام کی شکل متعین کرنے کے لیے حقیقی کشمکش کا آغاز ہو گیا ہے۔ خاص طور پر امریکہ اور چین کے درمیان یہ مقابلہ تیز ہو گیا ہے، کیونکہ دونوں ممالک اپنی اپنی سٹریٹیجک سوچ کے مطابق عالمی نظام کا رخ موڑنے اور اس کی نوعیت

متعین کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، تاکہ وہ عالمی معاشی، سیاسی اور فوجی پہلوؤں پر کنٹرول حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا کر سکیں۔

ظاہری طور پر چین یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ بین الاقوامی اتحاد بنانا نہیں چاہتا، اور نہ ہی وہ دنیا کو مختلف کیمپوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ سرد جنگ کی زبان اور اصطلاحات کا اعادہ نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی اس کے تصورات کو اپناتا ہے۔ چنانچہ چین دستیاب معاشی شراکت داریوں کے ذریعے دنیا کے تمام ممالک کے ساتھ اپنے تعلقات ظاہر کرتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ وہ سب سے یکساں فاصلے پر ہے اور کسی ایک کے حق میں دوسرے کے خلاف جھکاؤ نہیں رکھتا۔ چین کا موقف ہے کہ اس کا کوئی خاص محور یا اتحاد نہیں ہے، بلکہ اس کی شراکت داری سب کے لیے کھلی ہے۔ لیکن بین الاقوامی صورتحال کے حوالے سے چین کا یہ نظریاتی اور فلسفیانہ موقف عملی طور پر روس کے ساتھ اس کے مخصوص تعلقات سے متصادم نظر آتا ہے، کیونکہ روس کے ساتھ چین کے تعلقات اب ایک خاص اسٹریٹجک شراکت داری کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔

دونوں دوروں کے درمیان موازنہ کرنے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ٹرمپ کے دورہ چین کے دوران چینی قیادت انتہائی محتاط نظر آئی اور اس نے اپنے تمام بیانات اور موقف میں تحفظ کا اظہار کیا، خاص طور پر ٹیکنالوجی اور تجارت کے معاملات میں۔ بلکہ ایران، آبنائے ہرمز اور تائیوان سے متعلق سیاسی امور میں تو وہ مزید محتاط اور مبہم دکھائی دی، جبکہ سٹریٹیجک اور بین الاقوامی معاملات میں ان کی خاموشی اور دھندلاپن مزید گہرا تھا۔ اس کے برعکس، پیوٹن کے دورہ چین پر دونوں ممالک کے درمیان ہم آہنگی اور سکون کا رنگ غالب رہا، جہاں روس کے ساتھ اقتصادی اور سٹریٹیجک طور پر جامع شراکت داری کی توثیق اور اسے عام کیا گیا۔ اسی طرح کثیر القطبی دنیا کی تعمیر کے حوالے سے دونوں ممالک کے درمیان مشترکہ سیاسی وژن پر زور دیا گیا، اور اس یک قطبی عالمی نظام کو مسترد کرنے پر اتفاق کیا گیا جسے امریکہ بنا رہا ہے اور دنیا پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

چین اور روس کے درمیان تعلقات میں غیر معمولی گرمجوشی پائی جاتی ہے اور یہ تمام شعبوں، خاص طور پر معاشی میدان اور بالخصوص تیل، گیس اور نایاب معدنیات کے معاملے میں ترقی کر رہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ تزویراتی تعلقات اور کثیر القطبی نظام کے معاملے میں بھی مکمل ہم آہنگی موجود ہے۔ معاشی میدان میں اگر اعداد و شمار کی زبان میں بات کی جائے تو چین اب روسی توانائی کی برآمدات کا سب سے بڑا خریدار بن چکا ہے، اور یہ اسے ایسی ترجیحی قیمتوں پر مل رہی ہے

جو چینی معیشت کے حق میں ہیں۔ رواں سال 2026 کے پہلے دو مہینوں میں چین نے روس سے تقریباً 21.8 ملین ٹن تیل درآمد کیا، جو گزشتہ سال کے اسی عرصے کے مقابلے میں 41 فیصد زیادہ ہے۔ اس درآمد نے آبنائے ہرمز کے راستے خلیجی ممالک سے آنے والی چینی توانائی کی کمی کو پورا کیا، اور ساتھ ہی وینزویلا کی سپلائی کی کمی کو بھی، جس نے اپنے صدر مادورو کی گرفتاری کے بعد مکمل طور پر امریکی تسلط کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔

روس 2025 سے اور ایران پر جنگ چھڑنے سے پہلے ہی چین کو توانائی فراہم کرنے والا سب سے بڑا ملک بن چکا ہے، جس نے اسے پائپ لائنوں اور مائع قدرتی گیس (LNG) کے ذریعے 101 ملین ٹن خام تیل اور 49 ارب کیوبک میٹر گیس برآمد کی ہے۔ مستقبل میں روس مجوزہ پائپ لائن "پاور آف سائبیریا 2" کے ذریعے چین کو توانائی کی فراہمی مزید بڑھانے کی کوشش کر رہا ہے، جو منگولیا کے راستے روسی گیس براہ راست چین منتقل کرے گی۔

دوسری جانب، امریکہ کے ساتھ ٹیکنالوجی اور تجارت پر بات چیت، خاص طور پر چین سے امریکہ کو نایاب دھاتوں کی برآمد کے حوالے سے اب بھی تعطل کا شکار ہے۔ اسی طرح امریکہ کی جانب سے چین کو نئی نسل کے الیکٹرانک چپس کی فروخت کی اجازت کا معاملہ اب بھی جوں کا توں ہے، اس کے علاوہ باہمی کسٹم ڈیوٹی کے معاملے میں بھی کوئی پیش رفت نہیں ہوئی جس پر اتفاق نہیں ہو سکا تھا، یہی صورتحال دونوں فریقوں کے درمیان باہمی تجارت، چین کی جانب سے امریکہ سے سویابین کی خریداری اور چین کو امریکی بوئنگ طیاروں کی فروخت کے حوالے سے بھی ہے۔

حاصلِ کلام یہ کہ چین امریکہ کے ساتھ سرد مہری اور احتیاط سے پیش آتا ہے، جبکہ روس کے ساتھ اس کا رویہ گرمجوشی اور ہم آہنگی پر مبنی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیا بین الاقوامی منظرنامہ اب دو بڑے قطبوں یعنی امریکہ اور چین کی صورت میں ڈھلنا شروع ہو گیا ہے جس میں روس واضح طور پر چین کے ساتھ کھڑا ہو گیا ہے، جبکہ یورپ امریکہ سے دور ہو رہا ہے لیکن وہ چین کے قریب بھی نہیں آ رہا، بلکہ وہ ان چار بڑی طاقتوں کے درمیان اپنے لیے جگہ تلاش کر رہا ہے۔

مستقبل کی اس کثیر القطبی صورتحال کا ابھرنا ایک مشکل موڑ ثابت ہو گا، اور اسے اپنی نئی حالت پر مستحکم ہونے کے لیے نسبتاً طویل وقت درکار ہو گا۔ یہ عمل بین الاقوامی حالات میں پیدا ہونے والی دراڑوں کے ذریعے نئی طاقتوں کے ابھرنے کی راہ ہموار کرے گا جو اکثر بتدریج تشکیل پاتے ہیں، اور اللہ کے حکم سے اسلامی ریاست وہ نئی ابھرتی ہوئی طاقت ہو گی جو ان تمام بین الاقوامی توازنات کو الٹ کر رکھ دے گی، اور بلا مقابلہ دنیا کی پہلی ریاست بن جائے گی۔

# بغیر کسی الزام کے گرفتاری اور بے رحمانہ تشدد، یہودیوں کی جیلوں کے جہنم میں فلسطین کے بچے

**تحریر: استاد عبد الخالق عبدون**

**(ترجمہ)**

6 مئی 2026 کو اناطولیہ ویب سائٹ نے خبر دی کہ یہودی فوج نے مقبوضہ مغربی کنارے کے مختلف علاقوں میں چھاپہ مار مہم چلائی، جس کے نتیجے میں کم از کم 17 فلسطینیوں کو گرفتار کیا گیا، جن میں ایک بچہ اور دو خواتین بھی شامل ہیں۔ اسیر ان کے میڈیا آفس نے بتایا کہ یہ حملے روزانہ کی بنیاد پر بڑھتی ہوئی گرفتاریوں کے سلسلے کی ایک کڑی ہیں جو یہودی افواج مغربی کنارے میں انجام دے رہی ہیں اور جن میں خواتین اور بچوں سمیت تمام طبقات کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔

اسیر ان کے امور سے متعلق فلسطینی اداروں بشمول "نادی الاسیر" کا کہنا ہے کہ غزہ پر جنگ کے آغاز سے اب تک مقبوضہ مغربی کنارے بشمول القدس سے 1630 سے زائد بچوں اور غزہ کی پٹی سے درجنوں بچوں کو قابض فوج نے گرفتار کیا ہے۔ انہوں نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا کہ 'مجدو' جیل کے اندر ایک بچہ بھوک، محرومی اور تشدد کی پالیسیوں کی وجہ سے شہید ہو چکا ہے۔ ان میں سے 350 بچے اب بھی قابض دشمن کی جیلوں میں قید ہیں، جن میں دو لڑکیاں بھی شامل ہیں جو انتہائی سخت حالات میں ہیں، جو کہ نابالغوں کے تحفظ کے تمام بین الاقوامی معیارات کے سراسر خلاف ہے۔ یہ بچے تشدد، فاقہ کشی، طبی غفلت، جنسی زیادتیوں کے ساتھ ساتھ اجتماعی تنہائی اور ملاقاتوں سے محرومی جیسے جرائم کا سامنا کر رہے ہیں!

انسانی حقوق اور بین الاقوامی رپورٹس ظاہر کرتی ہیں کہ فلسطینی بچوں کو گرفتار کرنا یہودیوں کی ایک منظم اور مسلسل مشق ہے، جہاں ہر سال تقریباً 700 فلسطینی بچوں کو گرفتار کیا جاتا ہے۔ دسمبر 2025 کے آخر تک یہودی وجود کے محکمہ جیل خانہ جات نے 351 فلسطینی نابالغوں کو سیکیورٹی الزامات کے تحت، جبکہ 106 نابالغوں کو غیر قانونی موجودگی کے الزام میں حراست میں لینے کی اطلاع دی تھی!

قابض حکام انتہائی ظالمانہ پالیسیاں اپناتے ہیں، جہاں بچوں کی شہادتیں بتاتی ہیں کہ گرفتاری کے بعد ان میں سے 73 فیصد کو جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، 95 فیصد کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے جاتے ہیں اور 86 فیصد کی آنکھوں پر پٹیاں باندھی جاتی ہیں۔ بہت سے بچوں کو آدھی رات کو ان کے گھروں سے گرفتار کیا جاتا ہے اور والدین یا وکلاء کی موجودگی کے بغیر ان سے تفتیش کی جاتی ہے۔

بچوں کی فوجی عدالتوں میں سزا پانے کی شرح 95 فیصد تک ریکارڈ کی گئی ہے، جن میں عام الزامات پتھراؤ اور سوشل میڈیا پر اشتعال انگیزی شامل ہیں۔ یہودی وجود بچوں کے خلاف 'انتظامی حراست' (بغیر کسی الزام یا مقدمے کے گرفتاری) کی پالیسی استعمال کرتی ہے، اور القدس کے بچوں کو خاص طور پر نشانہ بنایا جاتا ہے جہاں ان کے سینکڑوں بچے زیر حراست ہیں۔

گزشتہ دہائیوں کے دوران غاصب یہودی وجود نے منظم پالیسیوں کے ذریعے قید بچوں کے خلاف جسمانی اور نفسیاتی تباہی کے عمل کو جاری رکھا ہے، جو انسانی اقدار کے منافی ہیں۔ بچے ہمیشہ ان کی زیادتیوں کا سب سے زیادہ شکار رہے ہیں، چاہے وہ قتل وزخمی کرنا ہو، تعلیم سے محروم کرنا ہو، یا وہ گرفتاریاں ہوں جن کا شکار دسیوں ہزار بچے ہوئے، چاہے وہ چھاپوں کے دوران ہو، جھڑپوں کے دوران، ناکوں اور سڑکوں پر، یا اسکولوں سے ہو۔ اپنی فوجی کارروائیوں کے دوران غزہ کے بچوں کو اکثر انسانی ڈھال کے طور پر بھی استعمال کیا گیا ہے! اسی طرح نسل کشی کی دو سالہ جنگ کے دوران 20 ہزار بچے شہید ہوئے، اور 56 ہزار سے زائد بچے یتیم ہوئے جنھوں نے اپنے والدین میں سے کسی ایک یا دونوں کو کھو دیا، جبکہ 5100 سے زائد بچوں کو اپنی جانیں بچانے کے لیے فوری طبی انخلاء کی ضرورت ہے۔

یہ پالیسی آج بھی جاری ہے اور یہ سوچ نسل کشی اور نسلی تطہیر پر مبنی ہے، اور یہی کچھ اب غزہ کی پٹی پر جارحیت میں ہو رہا ہے۔ قابض سپاہی قتل وغارت اور بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کی گرفتاریوں کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، اور ان کے رویوں کو نہ تو کوئی اخلاقی ضابطہ روکتا ہے اور نہ ہی انسانی اقدار۔ قابض دشمن کے اپنے پورے دورِ وجود کے جرائم کے ریکارڈ کو دیکھا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا انسانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے پیچھے انتہا پسندوں کے وہ فتاویٰ ہیں جو بچوں اور عورتوں کا خون بہانا جائز قرار دیتے ہیں، صرف اس خوف سے کہ وہ زمین، عزت اور حق کے دفاع میں اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلیں گے۔ چنانچہ وہ فلسطینی نسل اور مزاحمت کی نئی نسل کو ختم کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

فلسطین اور غزہ کی پٹی کے بچے اور خواتین ہمیشہ سے قابض فوج کا واضح اور صریح ہدف رہے ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ جن سالوں میں قابض دشمن غزہ کی پٹی پر جارحیت کرتا ہے، ان میں بچوں اور خواتین کے شہداء کی تعداد دیگر سالوں کے مقابلے میں دوگنی ہو جاتی ہے۔

اکثر گھروں میں بچے اور عورتیں ہیں، اور وہ (قابض دشمن) ان پر میزائلوں اور بموں سے بمباری کرتا ہے تاکہ انہیں زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جائے اور انہیں ہجرت پر مجبور کیا جا سکے، کیونکہ فلسطینی زمین پر موجودگی کے لیے آبادیاتی عنصر (Demographic factor) بہت اثر انداز ہوتا ہے، اور غاصب طاقت چاہتی ہے کہ اس کی تعداد فلسطینیوں سے زیادہ ہو؛ کیونکہ فلسطینیوں کی بڑی آبادی اس کے وجود کے لیے ایک حقیقی خطرہ بن جائے گی، مزید یہ کہ قابض دشمن بلا امتیاز بمباری کرتا ہے اور اس کے ذریعے وہ اہل فلسطین کو خوف زدہ کرنا چاہتا ہے اور نہیں چاہتا کہ مزاحمت کاروں کی کوئی نئی نسل پیدا ہو۔

فلسطین میں ہونے والے ان المیوں اور ہمارے جگر گوشوں اور بچوں کی ان بلاجواز گرفتاریوں پر جو بے بس سیاسی موقف اپنایا گیا ہے، وہ درحقیقت مغرب اور خاص طور پر امریکہ کی غلامی کی ایک حقیقی عکاسی ہے، اور اسے مسلم ممالک کے حکمران نافذ کر رہے ہیں۔

امتِ مسلمہ تب تک آزاد نہیں ہو گی اور نہ ہی اہل فلسطین اور وہاں کے بچوں کو نجات ملے گی، اور نہ ہی اس مسخ شدہ (صہیونی) وجود کے جرائم رکیں گے، جب تک کہ ان حکومتوں اور ان آلہ کار وجودوں کا خاتمہ نہ کر دیا جائے جو ہمارے ممالک میں استعماری مغرب کی خدمت گزار ہیں اور اسی کے حکم پر چلتی ہیں۔ فلسطین میں جاری یہ جنگ ایک فیصلہ کن معرکہ ہے، جس نے امت پر اس ناتواں، کمزور اور ذلیل وجود کی حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے، اور یہ کہ اسے ان حکومتوں کا تحفظ حاصل ہے جو امت کو گمراہ کر رہی ہیں اور انہیں "دول الطوق" (فرنٹ لائن وجودیں)، "مزاحمت"، "جیش القدس" اور "دول الممانعت" (انکار کرنے والی وجودیں) جیسے ناموں سے خوش کن خواب دکھا رہی ہیں!

اسی لیے اب یہ پیغام ان حکمرانوں اور ان سیاسی حلقوں کے علاوہ کسی اور جہت کی طرف موڑنا ضروری ہو گیا ہے، اگرچہ شروع میں ان حکمرانوں کو صرف ایک وجہ سے خطاب سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا تھا کہ ان کی سیاسی غلامی ان کا اپنا اختیاری فعل ہے، یہ جبری غلامی نہیں ہے؛ حکمران صرف ایک فوری فیصلے کے ذریعے مغربی نظام سے ناطہ توڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ وہ اپنی چھاؤنیوں میں موجود فوجوں کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل میں فلسطین کی طرف روانہ کر سکتے ہیں

تاکہ وہاں کے لوگوں اور بچوں کی مدد کی جا سکے:﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ﴾ترجمہ:"اور تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کے لیے نہیں لڑتے (جو پکار رہے ہیں)؟"(سورۃ النساء: آیت 75)۔

لیکن دہائیوں کی سستی، سازشوں اور خون کی ندیوں کے بعد ان حکومتوں کی طرف سے ہر بار ایک ہی واضح جواب ملا کہ: "ہم اپنے آقاؤں کی اطاعت سے باہر نہیں نکلیں گے!"۔ اب یہاں ناگزیر ہو گیا ہے کہ فوری طور پر امت اور اس کی افواج کو خطاب کیا جائے کہ وہ حرکت میں آئیں اور اس نظام کے خلاف بغاوت کریں جس کی دین، ریاست اور عوام کے مفادات سے غداری کھل کر سامنے آچکی ہے، اور پھر سرحدوں کو عبور کر کے اہل فلسطین اور ان کے بچوں کی مدد کے لیے نکلیں جنہوں نے ان بوسیدہ قوم پرست وجودوں کے سائے میں ذلت و رسوائی کے کڑوے گھونٹ پیے ہیں۔ یہ اقدام اہل فلسطین کی مدد کے لیے فوری بنیادوں پر ہونا چاہیے جیسا کہ شریعت کا حکم ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾ ترجمہ:"اور اگر وہ تم سے دین کے معاملے میں مدد مانگیں تو تم پر (ان کی) مدد کرنا واجب ہے۔"(سورۃ الانفال: آیت 72)۔

جہاں تک ان حکومتوں کے خاتمے اور نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ کے قیام کا تعلق ہے، جو اسلام کو ریاست اور عوام کے معاملات کو منظم کرنے والے بنیادی اصول کے طور پر نافذ کرے گی، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ افواج 'حزب التحریر' کو اپنی نصرۃ (عسکری مدد) فراہم کریں، جو وہ واحد سیاسی قوت ہے جو خلافت قائم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور اس کے پاس وجود کے ہر ہر جزو کا مکمل اور واضح تصور موجود ہے۔ تب ہی مسلمانوں کے تمام مسائل اور خاص طور پر مسئلہ فلسطین کو شریعت اور جہاد کی میز پر رکھا جائے گا۔

**ولایہ سوڈان میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے رکن**

# کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ امتِ مسلمہ اپنے سینوں پر سوار ان خائن حکمرانوں کو اکھاڑ پھینکے؟!

یہ مسلمان حکمران ہی ہیں جنہوں نے امریکہ کو ہمارے ملکوں پر حملے کرنے اور ان میں سرایت کرنے کے قابل بنایا، اور انہوں نے ہی درجنوں فوجی اڈوں کی میزبانی کے لیے اپنے ملکوں کے دروازے چوپٹ کھول دیے۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے یہودی وجود کے ساتھ صلح کی، اس کے ساتھ تعلقات استوار کیے اور مشترکہ منصوبے شروع کر کے اسے مسلمانوں کے گھروں میں داخل کر دیا؛ چنانچہ ان سب باتوں کے بعد یہ ایک فطری نتیجہ تھا کہ ہمارے ملک ان مجرموں کے لیے ایک ایسی آماجگاہ اور چراگاہ بن جائیں جہاں وہ اپنے تسلط کو مضبوط کرنے کے لیے اپنی مرضی کے منصوبوں اور پروگراموں پر عمل درآمد کریں۔

مسلمان حکمران ہی عراق اور افغانستان پر حملے کے دوران اور شام و یمن میں امریکی منصوبوں کی تکمیل میں امریکہ کے نقشِ قدم پر چلے یہاں تک کہ انہوں نے اسے وہاں مستحکم کر دیا۔ یہ حکمران اب بھی امریکہ اور یہودی وجود کو ان کے استعماری اہداف کے حصول کے لیے ہر قسم کی مالی، لوجسٹک، فوجی اور سیاسی مدد فراہم کر رہے ہیں، جبکہ اس سب کا شکار صرف مسلمان، ان کے ملک اور ان کے وسائل ہو رہے ہیں۔

آخر کب تک یہ امت ان خائنوں کی قیادت پر خاموش رہے گی؟ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ امت انہیں اپنے سینوں سے اتار پھینکے اور ایک ایسا خلیفہ مقرر کرے جو اس کے بکھرے ہوئے شیرازے کو سمیٹ کر اسے متحد کر دے، اور ہمارے ملکوں سے استعمار کا ہاتھ کاٹ ڈالے؟ تاکہ یہ امت پھر سے ایک ایسی غیور امت بن جائے جو خود اپنی تاریخ اور عظمت رقم کرے، نہ کہ ایک ایسی کمزور قوم جو محض عالمی واقعات کا تماشہ بن کر رہ جائے؟ جی ہاں، خدا کی قسم! وہ وقت آ چکا ہے۔

# سیاسی رہنما: طویل امیدوں اور اللہ کے وعدے سے خوشخبری پانے کے درمیان

**تحریر: استاد محمود زیاد عبد القادر– القدس**

**(ترجمہ)**

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «**بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا**» "خوشخبری دو اور (لوگوں کو) متنفر نہ کرو"۔ بعض لوگ یہ خیال کر سکتے ہیں کہ جب آپ انہیں اللہ کے وعدے کی یاد دلاتے ہیں کہ خلافت بالکل قریب ہے، نصرت آنے والی ہے، امریکہ زوال کی راہ پر ہے، اور ہم عنقریب فلسطین آزاد کریں گے اور روم کو فتح کریں گے، اور اللہ کی شریعت کے مطابق پوری دنیا پر حکومت کریں گے، تو وہ شاید یہ سمجھیں کہ آپ خوابوں کی دنیا میں رہ رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ یہ باتیں اس لیے کر رہے ہیں کہ آپ خود بھی قائل نہیں کہ یہ سب جلد ہونے والا ہے، بلکہ اسے محض ایک استعارہ سمجھ رہے ہیں کہ شاید یہ سو سال یا اس سے بھی زیادہ عرصے بعد ہو گا۔ کوئی دوسرا یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ صرف اپنی جماعت یا شیخ کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں کیونکہ انہوں نے آپ کو یہ کہنے کا کہا ہے، اس لیے آپ بغیر سوچے سمجھے اسے دہرا رہے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وعدے سے پر امید رہنا اور خوشخبری پانا دراصل سب سے پہلے اس اللہ کا حکم ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ ہمارے حالات کی اصلاح کس چیز میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿**أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللهِ قَرِيبٌ**﴾ "سن لو! بے شک اللہ کی مدد قریب ہے" (سورۃ البقرہ: آیت 214)۔

اے محمد ﷺ! ان سے کہہ دیجیے کہ نصرت قریب ہے۔ اے اللہ کے بندے! ان سے کہو کہ نصرت قریب ہے۔ اپنے ساتھ کام کرنے والوں سے کہو کہ مایوس نہ ہوں کیونکہ نصرت قریب ہے۔ امت سے کہو کہ اسے حاصل کرنے کے لیے اپنی رفتار تیز کرے، ان سے کہو کہ خلافت قریب ہے، امریکہ کا زوال قریب ہے۔ ان سے کہو کہ خلافت عنقریب وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک رات اور دن کا اجالا پہنچتا ہے، اور جلد ہی ہم اسلام کے عدل و انصاف کے ساتھ دنیا پر حکومت کریں گے۔ ان سے کہو کہ جو آج کمزور اور دبا ہوا ہے، وہ ان شاء اللہ کسی نہ کسی ملک کا امیر (حاکم) بنے گا، جیسا کہ

صحابیِ رسول عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا (جنہوں نے مکہ میں بعثت کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا اور اسلامی ریاست کے قیام کے لیے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے ساتھ تنگی و آزمائش کے دور میں کام کیا)۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: "آج ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی شہر کا امیر (حاکم) نہ بن گیا ہو"۔ کمزوری، تشدد اور درختوں کے پتے کھانے کے بعد وہ امیر بن گئے؛ سبحان اللہ! جس نے بہتر انجام تقویٰ والوں کے لیے رکھا ہے۔ ان شاء اللہ ہم اس زمانے میں اپنے حالات کی تبدیلی کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ کس طرح خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والا وہ داعی جسے آج خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے ہراساں کیا جاتا ہے اور جیلوں میں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، وہ کیسے ہندوستان یا فرانس کا گورنر، یا برطانیہ کا قاضی، یا پوری دنیا کا خلیفہ بنے گا جو اللہ کی شریعت کے مطابق نظامِ زندگی چلائے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے جب صحابہ کرام کو خیر کی خوشخبری دینے کا حکم دیا تو یہ وحیِ الٰہی کی اتباع اور اللہ کی منشا کے عین مطابق تھا، جس کے نتائج جلد یا بدیر ظاہر ہو کر رہتے ہیں۔ نبی ﷺ صحابہ کو عمل پر ابھارتے تھے، اس لیے انہیں اللہ کے وعدے اور کشادگی کے قریب ہونے کی بشارت دیتے تھے، اور یہ کہ وہ نصرت واقعی قریب ہے چاہے ہم اسے محسوس نہ کریں یا اس کے قریب ہونے کا ادراک نہ رکھیں۔ یہ محض لمبی امیدیں وابستہ کرنا یا توکل کے نام پر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جانا نہیں ہے بلکہ یہ وہ ربانی نور ہے جو راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسی طرح، عربی زبان اور اصولِ فقہ کی رو سے وہ خبر جس کے ساتھ تعریف و ستائش جڑی ہو، وہ طلب (حکم) کا فائدہ دیتی ہے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے فرمایا: **«لَتُفْتَحَنَّ الْقُسْطَنْطِينِيَّةُ، وَلَنِعْمَ الْأَمِيرُ أَمِيرُهَا، وَلَنِعْمَ الْجَيْشُ ذَلِكَ الْجَيْشُ»** (تم ضرور قسطنطنیہ فتح کرو گے، پس کیا ہی بہترین وہ امیر ہو گا اور کیا ہی بہترین وہ لشکر ہو گا)، تو صحابہ کرام نے اسے صحیح طور پر سمجھا اور اسی دن سے اسے فتح کرنے کے لیے قسطنطنیہ کی طرف نکل پڑے۔ چنانچہ صحابیِ رسول ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس شہر کی دیواروں کے سائے میں دفن ہوئے، اور استنبول میں مسجد ایوب سلطان ان کی بہادری کی گواہ ہے، یہاں تک کہ یہ بشارت تقریباً 800 سال بعد پوری ہوئی۔

پس خیر اور نصرت کی خوشخبری دینے سے ایک سیاسی رہنما کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اسلام کی نصرت کے لیے کام کرنے والوں کے جوش و جذبے میں اضافہ کرے اور ان کی ہمتوں کو مہمیز دے، کیونکہ کفار اور ان کے حواری ہمیشہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ کارکنوں اور پوری امت کے دلوں میں مایوسی اور شکست خوردگی پیدا کریں تاکہ وہ تبدیلی کی جدوجہد سے دستبردار ہو جائیں۔ راستہ طویل اور کام کٹھن ہے، اور انسان یہ اندازہ نہیں لگا سکتا کہ اس نے منزل تک پہنچنے کے لیے کتنا

فاصلہ طے کر لیا ہے، خلافت کب قائم ہو گی، امریکہ کے زوال میں کتنا وقت باقی ہے، نصرت کب آئے گی، فلسطین کب آزاد ہو گا، اور کب فرعون غرق ہو گا اور کٹھ پتلی حکمران گریں گے؟ کیونکہ اس راستے کی پیمائش میٹروں یا مشینوں اور تجربہ گاہوں میں نہیں کی جاسکتی، اور نہ ہی آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ منزل 10 قدم کے فاصلے پر ہے جس میں سے ہم 7 قدم بڑھ چکے ہیں اور 3 باقی ہیں۔ اس لیے ایک ایسے خطاب کی ضرورت تھی جو ایک طرف کام کرنے والوں کو تحریک دے اور دوسری طرف اس حقیقت کو واضح کرے کہ آپ کا ہر کام لوگوں پر اثر انداز ہوتا ہے اور وہ تبدیلی کی راہ میں ایک قدم کی مانند ہوتا ہے۔ تبدیلی کی راہ میں کی جانے والی ہر سیاسی سرگرمی، خلافت کے قیام اور پوری دنیا پر اسلام کے غلبے کی کوشش، اپنا اثر رکھتی ہے چاہے لوگوں کی نظر میں وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو، لیکن اللہ کے ہاں اس کا بڑا مقام ہے۔ لہٰذا دعوت اور سیاست کے کسی کام کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ پہاڑ کنکریوں سے ہی بنتے ہیں، اور انقلاب لفظوں سے جنم لیتے ہیں، تختہ پلٹنے کی بنیاد رابطوں اور ملاقاتوں سے پڑتی ہے، نصرت احتجاجی مظاہروں اور تحریروں سے ملتی ہے، تحریکیں بیانات اور مارچ سے بنتی ہیں، اور بیداری و تبدیلی خطبوں، درس و تدریس، کلمات، حلقوں اور نشستوں سے آتی ہے۔

تاہم، ایک سیاسی رہنما کو اللہ کے وعدے کی خوشخبری دیتے وقت (کہ بہتر انجام تقویٰ والوں کا ہے) محتاط رہنا چاہیے کہ وہ اپنی باتوں میں غیر صحیح مفروضوں کا شکار نہ ہو جائے، جیسے کہ فتح کا کوئی حتمی وقت یا تاریخ مقرر کرنا، یا کسی خاص واقعے کے وقوع پذیر ہونے کا وقت بتانا، یا یہ دعویٰ کرنا کہ امریکہ کا زوال مثال کے طور پر اگلے 10 سالوں میں ہو جائے گا۔ اسے محض تجزیہ برائے تجزیہ یا نصرت کے شوق میں جذباتی تجزیوں سے بچنا چاہیے، اور اسے چاہیے کہ وہ علاماتِ قیامت کی احادیث کو اپنے دور کے حالات پر (بغیر تحقیق) چسپاں نہ کرے اور لوگوں کو ان تجزیوں میں الجھانے کے بجائے نبی ﷺ کی احادیث کو ویسا ہی سمجھے جیسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا تھا؛ یعنی ان بشارتوں کا مقصد ان میں موجود تقاضوں پر عمل کرنا ہے۔ خلافت بغیر عمل کے قائم نہیں ہو گی، فلسطین زمین دھنسنے سے آزاد نہیں ہو گا، روم کو فرشتے فتح نہیں کریں گے، اور نہ ہی امریکہ کسی تند و تیز ہوا سے گرے گا بلکہ یہ سب ہمارے ہاتھوں سے ہو گا۔ پس خوشخبری پائیں، اللہ پر توکل کریں اور اے کام کرنے والو! اپنی ہمتیں جواں رکھو۔ ابھی خندق مکمل نہیں ہوئی، قریش اور غطفان کے لشکر (احزاب) راستے میں ہیں، اور منافقین مدینہ کی تاک میں بیٹھے ہیں، اور کچھ وہ بھی ہیں جنہوں نے عہد شکنی کی اور پیٹھ میں چھرا گھونپا۔ ہمیں فارس، روم، یمن، شام، مدائن اور صنعاء کے محلوں کی طرف قدم بڑھانا ہے، اور ہم سے ظالموں اور جابروں کی ہلاکت اور اللہ کے حکم سے کسریٰ کے کنگن چھیننے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

# اے مسلم ممالک کی افواج! کیا تم اپنے ملکوں کی مضبوط ڈھال نہیں ہو؟!

اے مسلم ممالک کی افواج: تم ان 'رویبضہ' (نااہل) حکمرانوں کے کرتوتوں پر کب تک خاموش رہو گی؟ کیا تم اپنے ملکوں کی مضبوط ڈھال نہیں ہو؟! کیا تمہارا منصب ملک اور عوام کی حفاظت کرنا نہیں ہے، یا پھر حکمرانوں کی اطاعت کے بہانے تمہارا نظریہ ہی بدل چکا ہے؟ حالانکہ تم جانتے ہو کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی کوئی اطاعت جائز نہیں، اور جن کی تم آج اطاعت کر رہے ہو، وہ قیامت کے دن تم سے بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار کریں گے، جبکہ تم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور اس عظیم پیشی کے دن ان سے اپنا پیچھا نہیں چھڑا سکو گے! پس جان لو کہ تم اپنے ملکوں میں حکمرانوں کے ان جرائم کے ذمہ دار ہو، اور تم انہیں بدلنے کی طاقت رکھتے ہو، لہٰذا اس سے پہلے قدم اٹھاؤ کہ تمہیں پچھتانا پڑے، اور تب پچھتاوے کا کوئی وقت نہیں رہے گا!

اے مسلمانو! اب وقت آ گیا ہے کہ تم اپنے اوپر سے ذلت کی اس گرد کو جھاڑ دو، وہ ذلت جو تمہارے ان 'رویبضہ' حکمرانوں کی وجہ سے تم پر مسلط ہوئی جو اپنے استعماری کافر آقاؤں کی اطاعت کرتے ہیں۔ اب وقت ہے کہ تم ان کی برائیوں (منکرات) کو بدلو؛ کیونکہ ان منکرات اور کھلے کفر کے علاوہ، جنہیں ان کے خود ساختہ دساتیر تحفظ فراہم کرتے ہیں، انہوں نے ملک کو ان استعماری کافر ممالک کی افواج کے لیے ایک تجربہ گاہ بنا دیا ہے جو تمہارا بھلا نہیں چاہتیں، بلکہ تمہارے وسائل اور عوامی ملکیتوں کو لوٹتی ہیں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے یعنی اس کی شریعت کے نفاذ اور اس کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے سے روکتی ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ، آپ کے صحابہؓ اور آپ کے بعد آنے والے خلفاء نے کیا تھا۔

اے مسلمانو! حالیہ برسوں کے ایام اور واقعات نے تم پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہو، اور تمہارا دشمن تمہارے حکمرانوں کی غداریوں اور سازشوں کے بغیر تمہارے ملکوں میں کچھ بھی کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ یاد رکھو کہ تم وہ بہترین امت ہو جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ "تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے نکالی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو" (سورۃ آل عمران:110)۔

پس اس حقیقی تبدیلی کی طرف پیش قدمی کرو جس کی دعوت تمہیں وہ مخلص رہنما 'حزب التحریر' دے رہی ہے جو اپنے لوگوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ اس کے ساتھ مل کر 'نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ' کے قیام کے لیے کام کرو، تاکہ وہ کافر ممالک کی افواج کو ہمارے ملکوں سے پیچھے دھکیل دے، یا پھر ان کی سرزمین کو ان کا قبرستان بنا دے۔

# اسلامی ممالک میں آبی گزر گاہیں: ایک سٹریٹیجک اثاثہ

ٹرمپ کی مشکل صرف اس کے مخالفین کی نوعیت میں نہیں ہے، بلکہ خود اس خطے کی فطرت میں پوشیدہ ہے۔ کیونکہ آبنائے ہرمز محض ایک آبی گزر گاہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسا بین الاقوامی دباؤ کا حربہ ہے جو کسی بھی محدود تصادم کو عالمی بحران میں بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

یوں امریکی فیصلہ دو ایسے کڑوے انتخاب کے درمیان گِھر کر رہ گیا ہے جن میں سے ایک کا انتخاب کرنا بھی مشکل ہے: یعنی ایسا بگاڑ جو پورے خطے کو دھماکے سے اڑا دے، یا ایسی نرمی جسے طاقت کے بیانیے سے پسپائی تصور کیا جائے۔ آخر کار، ہرمز کا بحران بین الاقوامی سیاست کی اس اٹل حقیقت کو بے نقاب کرتا ہے کہ فوجی طاقت چاہے کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، وہ تنازعات کے حتمی حل کے لیے ہمیشہ کافی نہیں ہوتی، خاص طور پر اس وقت جب جغرافیہ معیشت کے ساتھ جڑا ہو اور علاقائی و بین الاقوامی حساب کتاب پیچیدہ ہو جائیں۔

ان تبدیلیوں کے بیچ ایک ایسی حقیقت ابھر کر سامنے آئی ہے جسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں، اور وہ یہ ہے کہ عالمِ اسلام کے قلب میں واقع آبی گزر گاہیں محض جغرافیائی حدود یا بحری جہازوں کے گزرنے کے راستے نہیں ہیں، بلکہ یہ وہ عظیم اسٹریٹیجک دولت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا فرمائی ہے۔ آبنائے ہرمز سے لے کر باب المندب تک، اور نہرِ سوئز سے لے کر آبنائے ملاکا اور دیگر اہم گزر گاہوں تک، مسلمان ہمیشہ سے عالمی تجارت اور توانائی کی چابیوں کے مالک رہے ہیں، لیکن وہ آج تک اس نعمت کو ایک ایسی متحد معاشی اور سیاسی قوت میں بدلنے میں ناکام رہے ہیں جو ان کے عوام کی خدمت کرے اور ان کی آزادی و خود مختاری کا تحفظ کر سکے۔

پس یہ گزر گاہیں کوئی سیاسی بوجھ نہیں ہیں جیسا کہ بعض لوگ اسے پیش کرتے ہیں، بلکہ یہ ایک عالمی معاشی طاقت بنانے کا ایک تاریخی موقع ہیں، بشرطیکہ مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عزت اور وقار کی بحالی کے لیے ان سے فائدہ اٹھانے کا ہنر سیکھ لیں۔

# ٹرمپ کا دورہ چین: امریکی بالادستی کے ٹوٹنے اور اس کے رعب ودبدبے کے زوال کا لمحہ!

**تحریر: استاد مناجی محمد –(ترجمہ)**

ریاستوں اور تہذیبوں کے عروج و زوال میں کچھ فیصلہ کن تاریخی ادوار اور اہم لمحات ہوتے ہیں، اور ایران کے خلاف امریکہ کی جنگ کا شمار تقریباً انہی تاریخی ادوار اور فیصلہ کن لمحات میں ہوتا ہے جہاں ایک غالب طاقت اپنی کمزوری کی تلخی اور اس شدید بگاڑ کا تجربہ کر رہی ہے جو اس کے اندرونی ڈھانچے کو کھوکھلا کر رہا ہے اور ریاست کے بکھرنے اور سلطنت کے زوال کی دھمکی دے رہا ہے۔

ایران کے خلاف امریکہ کی جنگ بالکل ویسی ہی ہے جیسے افغانستان کے خلاف سوویت یونین کی جنگ تھی، یہ وہ جنگ ہے جو ریاست کے مکمل طور پر بیٹھ جانے، حد سے بڑھی ہوئی مادی قوت کی محدودیت اور قابو پانے و مغلوب کرنے کے ذرائع کی شکست و ریخت کو بے نقاب کر رہی ہے۔

امریکہ آج اپنی جیو اسٹریٹجک الجھن اور گھٹن زدہ تاریخی اسٹریٹجک بحران کا شکار ہے۔ ایران کی جنگ اور اس کے الٹے نتائج اور امریکی اثر و رسوخ اور بالادستی پر اس کے تباہ کن اثرات نے فوجی طاقت کی محدودیت اور امریکی اسٹریٹجک مخمصے کی گہرائی کو ظاہر کر دیا ہے، کیونکہ نہ تو ایران کو مغلوب کیا جا سکا اور نہ ہی چین کا گلا گھوٹا جا سکا، بلکہ اس کے برعکس ایران کی جنگ امریکہ کے لیے ایک ایسی الجھن اور گھٹن زدہ بحران بن گئی ہے جس سے نکلنا مشکل ہے۔

اس زہریلی اسٹریٹجک صورتحال اور نازک وقت میں، جب امریکہ ایران کے خلاف تھکا دینے والی جنگ میں پھنسا ہوا ہے، اس کے صدر ٹرمپ نے امریکی سرمایہ داری کے بڑے بڑے مگرمچھوں کے لشکر کے ساتھ چین کا دورہ کرنے کا فیصلہ کیا، اور اپنے مکمل اسٹریٹجک اندھے پن، کھوکھلے غرور اور سیاسی بصیرت کی کمی کی وجہ سے، وہ اپنی اسٹریٹجک الجھن کی سنگینی سے آنکھیں موندے بیٹھے رہے اور اس حقیقت سے غافل رہے کہ وہ ایک انتہائی نازک پوزیشن میں ہیں اور یہ کہ چین اس غیر معمولی اسٹریٹجک موقع کو کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دے گا کہ وہ اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور کچھ فوائد حاصل نہ کرے، اور یہی وہ کچھ ہے جو چین کے صدر شی جن پنگ نے ٹرمپ کے ساتھ کیا۔

اگر امریکہ کے پاس ذرا سی بھی اسٹریٹجک عقل باقی ہوتی تو اس نازک اور امریکی لحاظ سے تباہ کن صورتحال میں چین کا دورہ کبھی نہ کیا جاتا، لیکن یہ ٹرمپ کا اسٹریٹجک اندھاپن اور کھوکھلا غرور تھا۔ یہ دورہ اور دوروزہ سربراہی اجلاس امریکی بالادستی کے ٹوٹنے اور اس کی قیادت اور صدر ٹرمپ کے تکبر کے پاش پاش ہونے کی ایک علامت تھا۔

اس سربراہی اجلاس کا آغاز چینی صدر شی جن پنگ کی افتتاحی تقریر سے ہوا جس میں انہوں نے اس غیر معمولی اسٹریٹجک لمحے کی نوعیت پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اسے ایک عالمی طاقت کے طور پر چین کا وہ تاریخی لمحہ قرار دیا جہاں وہ امریکہ کے ساتھ دنیا کے مسائل پر بات کر رہا ہے نہ کہ صرف امریکہ کے مفادات پر۔ شی جن پنگ کا بیان غیر معمولی تھا: "چین اور امریکہ کو ایک دوسرے کا حریف نہیں بلکہ شراکت دار بننا چاہیے.... امریکہ اور چین تعاون سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور تصادم میں نقصان اٹھاتے ہیں.... آج دنیا افراتفری کا شکار ہے اور ہمیں چینی اور امریکی عوام اور دنیا کے تمام لوگوں کے مفادات کا خیال رکھنا چاہیے۔"

جہاں تک امریکہ کے ان مفادات کا تعلق ہے جن کے لیے ٹرمپ نے امریکی سرمایہ داری کے بڑے بڑے مگرمچھوں کا ایک لشکر تیار کیا تھا، جس میں ٹیسلا کے ایلون مسک اور اینویڈیا کے جینسن ہوانگ سے لے کر ایپل کے سی ای او ٹِم کُک تک شامل تھے، تو ٹرمپ نے چینی صدر شی جن پنگ کے ساتھ ایک ملاقات میں کہا تھا: "ہم اپنے ساتھ دنیا کے عظیم ترین، سب سے بڑے اور شاید بہترین کاروباری لوگ لائے ہیں، ہمارے ساتھ شاندار لوگ موجود ہیں اور وہ سب یہاں میرے ساتھ ہیں"۔ لیکن چین نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور انہیں پسِ پشت ڈال دیا۔ ان کی زیادہ سے زیادہ کامیابی بیجنگ کے 'گریٹ ہال آف دی پیپل' میں ایک سرکاری ضیافت میں شرکت تک محدود رہی!

اسی طرح ایران کا معاملہ اور آبنائے ہرمز کا بحران، جو امریکہ کے لیے سوہانِ روح بنا ہوا ہے، اس سے چین نے ٹرمپ کے مطالبات کو نظر انداز کرنے کے لیے انتہائی سرد مہری سے کام لیا۔ چین کی جانب سے اس حوالے سے کوئی عوامی عہد سامنے نہیں آیا کہ وہ ایران کے خلاف جنگ کی الجھن ختم کرنے اور آبنائے ہرمز کی ناکہ بندی کھولنے میں امریکہ کی کوئی مدد کرے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ چین میں کوئی بھی اسٹریٹجک دماغ رکھنے والا شخص جنگ کے جاری رہنے ہی کی حمایت کرے گا، کیونکہ ایران کی جنگ امریکہ کے لیے ایک ایسی الجھن، ایک ایسا دم گھونٹنے والا پھندا اور تباہ کن جیو اسٹریٹجک بحران ہے جس سے نکلنا مشکل ہے۔ چین اس جنگ اور امریکہ کی اس مشکل کو اپنے طویل مدتی اسٹریٹجک مفادات کے حق میں دیکھتا

ہے، جبکہ ایرانی تیل کی درآمدات کے لیے اس کے پاس آبنائے ہرمز کے متبادل کے طور پر بحیرہ قزوین (کیسپین سی) کا راستہ بھی موجود ہے۔

ٹرمپ کے دورہ چین کا زیادہ سے زیادہ حاصل محض ایک چینی وعدہ تھا، نہ کہ کوئی ٹھوس معاہدہ، جس کے تحت بوئنگ کمپنی سے 200 طیارے خریدے جانے تھے۔ یہ ٹرمپ کی ان توقعات سے کہیں کم ہے جس میں وہ 500 طیاروں کی خریداری کی امید لگائے بیٹھے تھے، اور یہ اس 300 طیاروں کے معاہدے سے بھی کم ہے جس پر بیجنگ نے 2017 میں ٹرمپ کے پہلے دورہ صدارت کے دوران اتفاق کیا تھا۔ اس ناکامی کا عملی اظہار اس وقت ہوا جب سربراہی اجلاس کے بعد بوئنگ کے حصص (شیئرز) کی قیمتوں میں کمی ریکارڈ کی گئی۔

علاوہ ازیں، اس سربراہی اجلاس میں سیمی کنڈکٹر چپس کے حساس اور خطرناک معاملے اور مصنوعی ذہانت (AI) کے نظام میں ان کے کردار پر بھی محض سرسری اور ضمناً بات چیت ہوئی۔ یہ معاملہ دراصل امریکہ اور چین کے درمیان تکنیکی جنگ کی اصل بنیاد ہے، کیونکہ چین نے ٹیکنالوجی کو اپنی قومی خودمختاری کا ایسا مسئلہ بنالیا ہے جس پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جاسکتا۔

جہاں تک سویابین سے متعلق زرعی معاہدے کا تعلق ہے، تو جس بات پر اتفاق ہوا وہ اس مقدار کا محض نصف ہے جو چین بائیڈن انتظامیہ کے دور میں امریکہ سے درآمد کر رہا تھا۔ یہ صورتحال ٹرمپ کی جانب سے ان درآمدی ڈیوٹیوں (ٹیرف) کے اعلان سے پہلے کی ہے جن کی وجہ سے سپلائی چین رک گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹرمپ کی لگائی گئی تجارتی پابندیوں کے الٹے نتائج برآمد ہوئے، کیونکہ نئے معاہدے نے صرف وہی آدھا حصہ بحال کیا جو پہلے سے موجود تھا، اور اسے کسی صورت کوئی بڑی کامیابی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

دوسری طرف چین کی بڑی کامیابی یہ رہی کہ ٹرمپ نے امریکی حدود کے اندر چینی کمپنیوں اور سرمایہ کاروں کے زرعی زمینوں اور فارموں پر قبضے یا ملکیت کے فائدے کا اعتراف کر لیا۔ چین میں سربراہی اجلاس کے دوران ٹرمپ نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ "غیر ملکیوں کو ان زمینوں کی فروخت پر پابندی سے زمین کی قیمتوں میں کمی آئے گی اور کسانوں کا نقصان ہوگا"، اس طرح ٹرمپ نے اسی بات کی منظوری دے دی جو اوباما اور بائیڈن کے دور میں جائز اور نافذ العمل قانون کے مطابق تھی، حالانکہ ایسی کسی بھی فروخت پر پابندی لگانا ان کی انتخابی مہم کا ایک نمایاں نعرہ تھا۔ مزید برآں، ٹرمپ نے اجلاس کے دوران امریکی یونیورسٹیوں میں چینی طلبہ کے استقبال کی بھی کھل کر حمایت کی، اور اپنی انتظامیہ

کی طرف سے ماضی میں لگائی گئی سخت پابندیوں سے واضح طور پر پیچھے ہٹ گئے۔ درحقیقت امریکی یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے یہ چینی طلبہ چین کے مستقبل کا معمار ہیں، جو امریکی علم، تجربات اور ان لیبارٹریوں سے فائدہ اٹھارہے ہیں جو خود امریکہ کے قرضوں سے چل رہی ہیں، تاکہ وہ چین کو مزید ترقی دے سکیں!

غرض یہ سربراہی اجلاس مکمل طور پر چین کے نام رہا۔ کیونکہ چین کے تمام بڑے اسٹریٹجک معاملات جیسے 'بیلٹ اینڈ روڈ' منصوبہ، تائیوان کا مسئلہ، ٹیکنالوجی اور مصنوعی ذہانت (AI)، یہ تمام سلگتے ہوئے مسائل جنھوں نے امریکہ کی نیندیں اڑار کھی ہیں، چین نے ان پر ٹرمپ کے لیے بات چیت کے تمام دروازے بند کر دیے اور ان کے حصے میں صرف سویابین کے چند دانے اور بوئنگ کمپنی سے 200 طیاروں کی خریداری کا ایک ایسا مبہم اور غیر لازمی وعدہ آیا جس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔

سب سے بڑا اسٹریٹجک تضاد یہ ہے کہ چینی صدر، جو پہلے چین کے مفادات کے تحفظ کی خاطر دو امریکی صدور سے ملنے خود امریکہ جایا کرتے تھے، جیسے 2014 میں واشنگٹن میں اوباما سے ملاقات اور 2023 میں سان فرانسسکو میں بائیڈن کے ساتھ سربراہی ملاقات، آج صورتحال یہ ہے کہ ٹرمپ خود امریکہ کے مفادات کے تحفظ کی خاطر بیجنگ آئے ہیں۔ یہ امریکی بالادستی کے ٹوٹنے کا واضح اشارہ اور اس کی عظیم سلطنت کے زوال کی الٹی گنتی کا آغاز ہے۔

یہی نہیں، بلکہ ٹرمپ کے بیجنگ میں سربراہی اجلاس کے فوراً بعد پیوٹن کا دورۂ بیجنگ کوئی محض اتفاق نہیں تھا، خصوصاً جب اس دورے کی دعوت خود شی جن پنگ نے اپنے روسی ہم منصب کو دی تھی۔ یہ امریکہ کے لیے چین کا ایک دوٹوک پیغام ہے کہ چین اور روس کا وہ اتحاد جسے توڑنے کی امریکہ سرتوڑ کوشش کر رہا ہے، اب پہلے سے کہیں زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوتا جارہا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ایک اسٹریٹجک پیغام ہے کہ اب امریکی دور ختم ہو چکا ہے اور اب وقت 'یوریشیا' کا ہے!

لیکن اسلام اور اس کی امت کے حوالے سے ایک الگ اسٹریٹجک حقیقت ہے جو حتمی بات اور حقائق کا نچوڑ ہے۔ وہ یہ کہ وقت کا پہیہ اب گھوم چکا ہے اور یقیناً اب یہ دور نہ امریکہ کا ہے، نہ یوریشیا کا اور نہ ہی چین کا، بلکہ یہ بلاشبہ عظیم اسلام اور اس کی خلافتِ راشدہ کا دور ہے، تاکہ تمام دورِ جاہلیت کے اندھیروں کو مٹا کر انسانیت کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر اللہ کے نور، ہدایت اور رحمت کی طرف لایا جاسکے۔

# یہودی وجود کے ساتھ لبنان کے مذاکراتی جرم کے لیے فریب کاروں کے بہانے

**تحریر: استاد احمد الصوفی (ابو نزار الشامی)**

**(ترجمہ)**

موجودہ دور میں مسلمان جن خطرناک ترین آزمائشوں میں مبتلا ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ تصورات کو خلط ملط کر دیا گیا ہے، شرعی احکام کو ان کے اصل سیاق وسباق سے کاٹ دیا گیا ہے، اور پھر شریعت اور سیرتِ طیبہ کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیا جارہا ہے، یہاں تک کہ حق کو باطل اور باطل کو حق، غداری کو دانائی اور سر تسلیم خم کرنے کو سیاست بنا کر پیش کیا جارہا ہے! اس صورتحال کو سمجھنے کے لیے ایک مثال تصور کریں: اگر کوئی سوال کرے کہ نکاح کے بغیر کسی مرد اور عورت کا اکھٹے رہنا کیسا ہے؟ اور کوئی جواب دینے والا کہے کہ "اسلام نے مرد اور عورت کے درمیان حسنِ معاشرت کا حکم دیا ہے اور ان کے درمیان مودت اور رحمت رکھی ہے"۔ تو بظاہر اس کی بات درست معلوم ہوگی، لیکن حقیقت میں یہ دھوکہ دہی اور تلبیس ہے، کیونکہ اس نے سننے والے کو یہ تاثر دیا کہ زنا یا حرام تعلقات بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ بعینہٖ یہی کام آج کل کے وہ لوگ کر رہے ہیں جو یہودی وجود کے ساتھ تعلقات کو بحال کرنے اور ہار مان لینے کی دعوت دیتے ہیں۔ جب ان سے غاصب یہودی وجود کو تسلیم کرنے کا حکم پوچھا جاتا ہے، تو وہ کہتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے بھی تو یہودیوں اور کفار کے ساتھ معاہدے کیے تھے!"

نبی کریم ﷺ کے معاہدے کبھی بھی کسی قابض کو تسلیم کرنے، کسی غاصب کے قبضے کو قانونی قرار دینے، مسلمانوں کی زمین دشمن کے حوالے کرنے یا ایسے دشمن کے سامنے جھکنے کے لیے نہیں تھے جس نے مقدسات کی توہین کی ہو، خون بہایا ہو اور امت کی لاشوں پر اپنا وجود قائم کیا ہو۔ بلکہ وہ ایک معزز اور طاقتور ریاست کے معاہدے تھے، جو اللہ کے کلمے کو بلند اور اس کے دشمنوں کو ذلیل کرتے تھے، اور ان شرعی احکام کے مطابق ہوتے تھے جو اسلام نے خلیفہ کے سپرد کیے ہیں، نہ کہ ان افراد یا کٹھ پتلی حکومتوں کے سپرد جو معمولی قیمت پر امت کا سودا کر دیتے ہیں۔ مزید یہ کہ جو لوگ نبی ﷺ کے معاہدوں کی دلیل دیتے ہیں، وہ اس بڑی حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ فلسطین دو ریاستوں کے درمیان

کوئی متنازعہ زمین نہیں ہے، بلکہ یہ ایک مقبوضہ اسلامی سرزمین ہے۔ وہاں موجود یہودی کوئی ایسا وجود نہیں ہیں جن کے ساتھ برابری کی بنیاد پر معاہدہ کیا جائے، بلکہ وہ ایک غاصب گروہ ہے جسے کفر کی قوتوں نے امت کے دل میں ایک خنجر کی طرح پیوست کیا ہے۔ اس لیے صرف "اسرائیل کی وجود" کا نام لینا ہی ایک ایسے باطل جواز کو تسلیم کرنا ہے جسے اسلام اور ہر مسلمان مسترد کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ معاہدے اس وقت کیے تھے جب وہ یا تو اسلام کے زیرِ نگیں تھے جیسے بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع، یا پھر ان سے جنگ اور انہیں شکست دینے کے بعد جب انہوں نے آپ ﷺ کے حکم کے سامنے سر جھکا دیا تھا جیسے خیبر، وادی القریٰ، فدک اور تیماء کے یہودی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے رسول ﷺ ان یہودیوں پر مکمل اختیار رکھتے تھے، پھر ان کے لیے معاہدے لکھتے اور انہیں ہدایات جاری کرتے تھے۔ ان کے ساتھ آپ ﷺ کے معاہدوں کی یہی حقیقت تھی، اور آپ ﷺ نے ان سے کبھی اس وقت معاہدہ نہیں کیا جب وہ مسلمانوں کے ملکوں پر قابض ہوں، ان کے بیٹوں کو قتل کر رہے ہوں اور ان کے مقدسات کو ڈھا رہے ہوں۔ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ مدینہ کے اندر رسول اللہ ﷺ کی حکومت کے ماتحت تھے، اور آپ ﷺ نے ان پر اپنی شرائط کے مطابق معاہدے لازم کیے تھے، آپ ﷺ انہیں حکم دیتے اور منع کرتے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ آپ ﷺ پر اپنی شرائط مسلط کرتے یا اپنی خود مختاری تسلیم کرواتے، جیسا کہ آج کے حکمرانوں کے ساتھ صہیونیوں کا حال ہے۔

اگر آپ درست استدلال کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو نبی کریم ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کی سنت سے ان یہودیوں کے بارے میں دلیل لینی چاہیے تھی جو غداری اور زیادتی کرتے تھے۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ کیا معاملہ فرماتے تھے؟ کیا آپ ﷺ دن رات ان کے ساتھ تعلقات کی بحالی اور امن کی ضرورت پر زور دیتے تھے، جیسا کہ آج کے مسلمان ظالم حکمران کرتے ہیں جو صہیونیوں کی بار بار کی غداری کا جواب مذاکرات اور تعلقات کے چکر کو دوبارہ شروع کر کے دیتے ہیں؟! جب بنو نضیر نے غداری کی اور آپ ﷺ کے قتل کی سازش کی، تو آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا، انہیں جلاوطن کیا اور ان کے اموال ضبط کر لیے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں سورہ الحشر نازل فرمائی۔ اور جب بنو قینقاع نے ایک مسلمان عورت کی بے حرمتی کی، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں جمع کیا اور ذلیل و خوار کر کے مدینہ سے نکال دیا اور ان کے اموال ضبط کر لیے۔ جہاں تک بنو قریظہ کا تعلق ہے، تو جب انہوں نے عہد توڑا اور مسلمانوں کے خلاف قبائل (احزاب) کے ساتھ اتحاد کیا، تو اللہ نے ان کے بارے میں قتل، قید اور مال کی تقسیم کا فیصلہ فرمایا، یہاں تک کہ نبی ﷺ نے حضرت سعد بن معاذؓ سے فرمایا: «لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللَّهِ مِنْ فَوْقِ

**سَبْعِ سَمَاوَاتٍ»** (تم نے ان کے بارے میں سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ کا حکم صادر کیا ہے)۔ یعنی غداروں کے ساتھ جنگ کرنا اللہ کا حکم اور فیصلہ ہے، نہ کہ ان کے سامنے ہتھیار ڈالنا اور تعلقات بنانا۔

رہا خیبر کا معاملہ، جس نے اسلام کے خلاف سازشیں کیں اور اس کے دشمنوں کو پناہ دی، تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے جنگ کی اور ان کے قلعے فتح کیے، بغیر اس کے کہ ان کے سامنے مذاکرات یا سودے بازی کی پیشکش کی جائے یا اسے قبول کیا جائے۔ اس عظیم الشان فتح کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہودیوں کے باقی قبائل خوفزدہ ہو گئے اور آپ ﷺ کے پاس وفاداری کے اقرار اور امان مانگنے کے لیے حاضر ہوئے، جبکہ ان کی حالت انتہائی ذلت آمیز تھی۔ اس وقت ہمارے رسول ﷺ نے ان کے لیے معاہدے لکھے۔ آپ ﷺ نے اہل خیبر اور ان کے بعد آنے والے قبائل جیسے فدک، تیماء اور وادی القریٰ کے لیے معاہدے تحریر فرمائے، اور ان سے اس بات پر عہد لیا کہ وہ جزیہ یا خراج ادا کریں گے اور وجود کے لیے کام کریں گے اور اپنی فصلوں کا حصہ دیں گے۔ بھلا اس کا "امن، بقائے باہمی اور تنازعے کے خاتمے" کے دعوؤں سے کیا تعلق؟! نبی ﷺ کی اس پروقار سیرت کا ان لوگوں سے کیا موازنہ جو یہودیوں کے سفارت خانوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں، مقبوضہ قوتوں کو مسلمانوں کے ملکوں میں داخل کر رہے ہیں، اور ان مجرموں سے ہاتھ ملا رہے ہیں جن کے ہاتھ غزہ اور پورے فلسطین کے بچوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں؟!

بھلا اس (سیرتِ نبوی) کا "امن، بقائے باہمی اور تنازعے کے خاتمے" کے دعوؤں سے کیا تعلق؟! نبی ﷺ کی اس پروقار سیرت کا ان لوگوں سے کیا موازنہ جو یہودیوں کے سفارت خانوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں، مقبوضہ قوتوں کو مسلمانوں کے ملکوں میں داخل کر رہے ہیں، اور ان مجرموں سے ہاتھ ملا رہے ہیں جن کے ہاتھ غزہ اور پورے فلسطین کے بچوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں؟!

بے شک "اسرائیل" سے تعلقات کی بحالی کوئی سیاسی انتخاب یا جدید اجتہاد نہیں ہے، بلکہ یہ غصب کو تسلیم کرنا، قبضے کو دوام بخشنا اور اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے ساتھ خیانت ہے۔ اور جو لوگ حقیقت پسندی یا مجبوری کے نام پر اس کا جواز پیش کرتے ہیں، وہ دراصل خود ذلت کا لباس پہن رہے ہیں اور پھر امت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بھی ان کے ساتھ اسے پہن لے!

ہاں، یہ ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان تبدیلی لانے سے عاجز ہو، اس پر ظلم ہو رہا ہو، یا اسے ہتھیار اٹھانے سے روک دیا جائے، لیکن عاجز سے غداری کا مطالبہ نہیں کیا جاتا، اور نہ ہی کسی مظلوم کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے جلاد کو تسلیم کر

لے۔ لہٰذا اگر تم مزاحمت نہیں کر سکتے، تو کم از کم غاصب کے لیے تالیاں تو نہ بجاؤ، اسے قانونی جواز تو فراہم نہ کرو، اور اس پر راضی ہونے کی ذلت اپنے نام تو نہ لکھو۔

پھر یہ بات بھی ہے کہ دوسرے مجرمانہ منصوبوں، جیسے ایرانی منصوبہ یا کوئی اور، سے ہماری نفرت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہودی ہمارے اتحادی بن جائیں یا امریکہ ہمارا دوست بن جائے۔ یہ سب کے سب دشمن ہیں، اگرچہ ان کے چہرے اور ہتھکنڈے مختلف ہوں۔ باشعور مومن وہی ہے جو اپنے تمام دشمنوں کو پہچانتا ہے، اور سیاست و مفادات کے نام پر خود کو ایک خندق سے نکال کر دوسری خندق میں دھکیلے جانے کی اجازت نہیں دیتا۔

انہوں نے ذلت کو ایک ثقافت، شکست کو ایک شعور اور ہتھیار ڈالنے کو ایک دانش مندی بنانے کی کوشش کی ہے، یہاں تک کہ کچھ لوگ یہودی وجود کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے دلیل لانے لگے ہیں! اور رسول اللہ ﷺ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت وہ پل بنے جس سے گزر کر غدار تعلقات کی بحالی کے دسترخوانوں تک پہنچ سکیں۔

آج اس غاصب وجود کے ساتھ واحد رشتہ صرف تصادم، انکار اور مسترد کرنے کا ہے، یہاں تک کہ اللہ امت سے اس بلا کو دور فرما دے، اور یہاں تک کہ مسلمانوں کی وہ حکومت (سلطان) واپس آ جائے جس کے جھنڈے تلے وہ فلسطین اور دیگر تمام اسلامی ممالک کی آزادی کے لیے جہاد کریں۔ پس تم حق پر ثابت قدم رہو، میڈیا کی چمک دمک تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی حکمرانوں کے فتوے تمہیں فریب دیں۔ یہ جان لو کہ جارح یہودی، اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے دشمن ہیں، اور امت کی غیرت اور اس کا عقیدہ ان تمام ذلیل سیاسی مصلحتوں سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔
﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ﴾ "اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس (کے دین) کی مدد کرتا ہے۔"
(سورۃ الحج: آیت 40)

# قومیں سست الوجود لوگوں سے سربلند نہیں ہوتیں اور نہ ہی محض بہانوں کی کثرت سے ان کے حالات بدلتے ہیں

اسلام کی نصرت کے واجب سے جی چرانا صرف قتال یا بڑے مواقع پر پیچھے ہٹ جانے کا نام نہیں ہے، بلکہ اس کا آغاز ان کاموں سے ہو سکتا ہے جنہیں لوگ چھوٹا سمجھتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلی چیز لوگوں کی باتوں کے خوف سے برائی (منکر) پر خاموش رہنا ہے۔ اسی طرح سستی یا دنیا کی مصروفیات کی وجہ سے خیر کی دعوت کو چھوڑ دینا، اور مسلمانوں کے مسائل اور ان کے دکھ درد سے بے پرواہو کر صرف نماز اور چند دیگر عبادات پر اکتفا کر لینا، یا پھر کام کاج اور مصروفیت کا بہانہ بنا کر دین کے لیے جدوجہد ترک کر دینا بھی اسی میں شامل ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ راہِ فرار ایک عادت بن جاتی ہے، اور دل بہانے تراشنے کا ایسا عادی ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی کوتاہی کا احساس تک کھو دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا یہ حال تھا کہ جب ان سے کوئی خیر کا موقع چھوٹ جاتا تو وہ شدید رنج اور ندامت محسوس کرتے تھے؛ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ زندگی مختصر ہے اور انسان کو ایک دن اللہ کے حضور کھڑا ہونا ہے جہاں اس سے اس کے دین، اس کے فرائض اور اس دین کی خاطر پیش کی گئی خدمات کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اس کے برعکس آج بہت سے لوگ جب کوتاہی کرتے ہیں تو وہ ایسے لوگوں کو تلاش کرتے ہیں جو ان کے لیے بہانے اور تاویلیں تراشیں، نہ کہ ان لوگوں کو جو انہیں اللہ کی یاد دلائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امت سست الوجود لوگوں کے ذریعے بلندی حاصل نہیں کر سکتی، اور نہ ہی محض بہانوں کی کثرت سے حالات میں کوئی تبدیلی آتی ہے۔ امت تو ان سچے مردوں کے ذریعے اٹھتی ہے جو اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتے ہیں اور اپنے دین کی خاطر عمل کرتے ہیں، چاہے وہ عمل بظاہر تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ﴾ "اور کہہ دو کہ تم عمل کرو، عنقریب اللہ تمہارے عمل کو دیکھ لے گا"۔(سورۃ التوبہ:105)

لہٰذا ہمیں ہمیشہ اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ ہم نے اسلام کے لیے کیا کیا ہے؟ اور کیا ہمارا شمار صدقِ دل سے کام کرنے والوں میں ہوتا ہے یا بہانے بنانے والوں میں؟۔

# حزب التحریر / ولایہ سوڈان کے وفد کی پورٹ سوڈان شہر میں ہوسا قبائل کے امیر سے ملاقات

جمعرات، 21 مئی 2026ء کو حزب التحریر / ولایہ سوڈان کے ایک وفد نے، جس کی قیادت ولایہ سوڈان میں حزب التحریر کی مرکزی رابطہ کمیٹی کے چیئرمین جناب ناصر رضا کر رہے تھے اور ان کے ہمراہ رابطہ کمیٹی کے کوآرڈینیٹر جناب عبداللہ اسماعیل بھی تھے، ریاست بحرِ احمر پورٹ سوڈان میں ہوسا قبائل کے امیر جناب صالح عبد الرحمن سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی۔

اس ملاقات میں درج ذیل شخصیات نے شرکت کی: 1۔ نور الدین محمد، ریاست بحرِ احمر میں ہوسا قبائل کے مجموعی سردار (عمدہ)۔ 2۔ حسن عثمان یوسف، قبیلے کے معزز رہنما۔ 3۔ ڈاکٹر عبداللہ حسن عبداللہ، قبیلے کے معزز رہنما اور جامعہ کے پروفیسر۔ 4۔ ڈاکٹر امیر احمد عثمان، قبیلے کے جنرل سیکرٹری۔

تعارف کے بعد، جناب ناصر رضا نے حزب التحریر کے نصب العین کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ یہ مقصد نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے اسلامی طرزِ زندگی کا دوبارہ آغاز اور دین کا غلبہ و اظہار ہے۔ انہوں نے اس مقصد کے حصول کی شرعی فرضیت اور اس کے لیے جدوجہد کرنے والوں کی نصرت و حمایت کی ضرورت پر زور دیا۔

انہوں نے اسلامی اخوت کے رشتے اور امت و ریاست کی وحدت کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی، جو کہ استعماری کافر کے اس منصوبے کے بالکل برعکس ہے جو خونی سرحدوں اور قبائلی عصبیت کے ذریعے امت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

تمام شرکاء نے ان پیش کردہ خیالات کی تائید کی اور انہیں بھرپور سراہا۔ انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ ہوسا قبیلہ ایک قدیم اور گہرا اسلامی رجحان رکھتا ہے اور یہ اسلام کے عظیم منصوبے کے لیے ایک انتہائی زرخیز زمین ہے، نیز یہ قبیلہ ملک کی وحدت اور سماجی ڈھانچے کے تحفظ کے لیے ایک مضبوط ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔

آخر میں انہوں نے اس ملاقات کا خیر مقدم کیا اور اس کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے ملک و قوم کی خدمت کی خاطر اس منصوبے میں مستقل تعاون جاری رکھنے کا اعادہ کیا۔